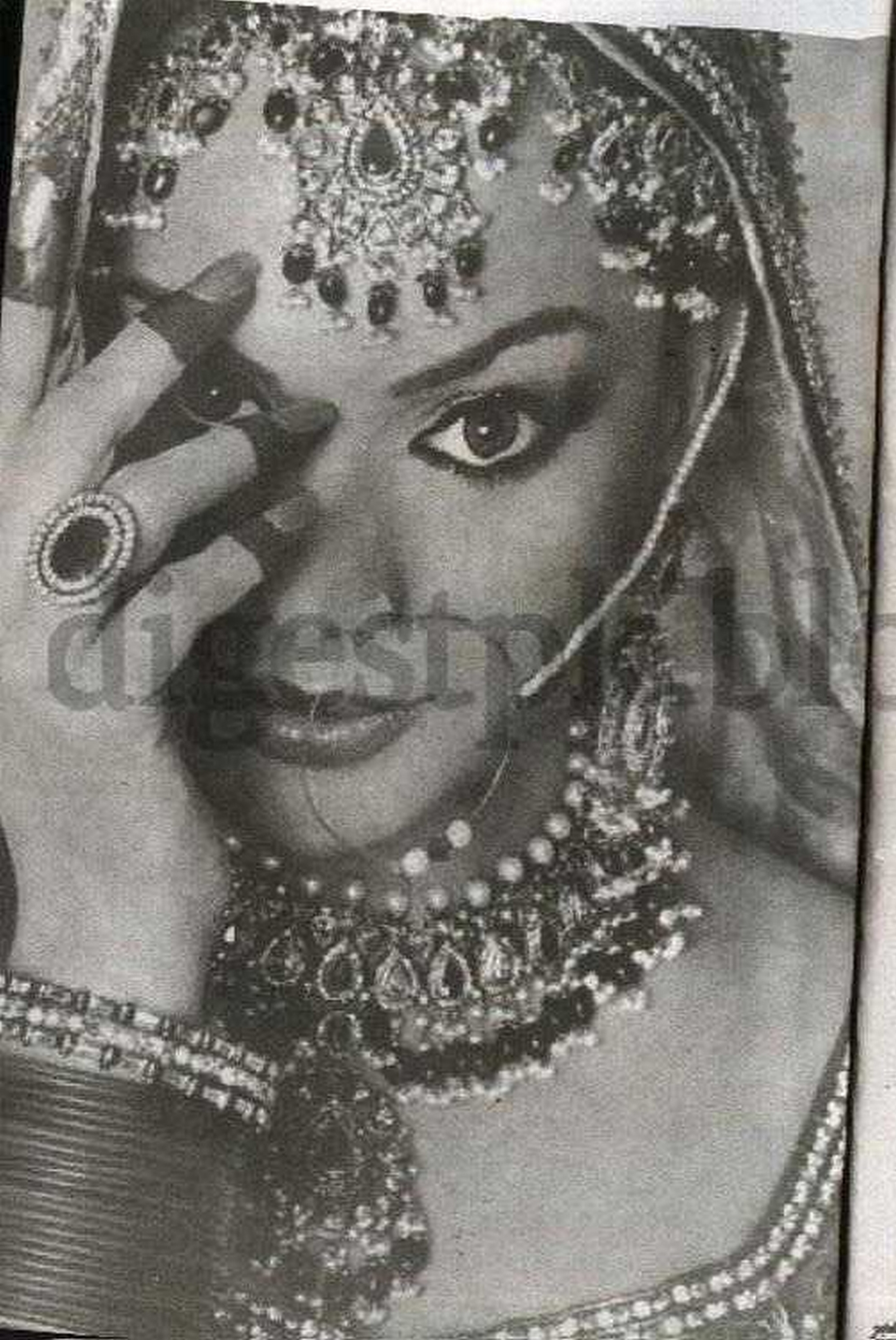

محبت تم ہو

اقرا صغیر احمد

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

حسنِ دل آرا کی خاطر پائی رسوائی بہت
ہم نے اپنے عشق کی سچائی دکھلائی بہت
کیا ملے گا تجھ کو زنجیرِ رفاقت توڑ کر
میں بھی تنہا تو بھی تنہا اور تماشائی بہت

بارش زور و شور سے جاری تھی۔ اس کی آنکھیں بھی جل تھل تھیں۔ بارشوں کا یہ موسم اس کے لیے درد بھری یادیں اور وحشت آمیز اُداسیاں لاتا تھا۔ رات کو نامعلوم کس پہر بارش شروع ہوئی تھی صبح اٹھی تو باہر لان میں درخت نکھرے نکھرے سنگھار رہے تھے۔ ان کا سبزہ مزید نکھر گیا تھا۔ پھولوں کے رنگ اور شوخ ہو گئے تھے مگر اس پر نہ سبزے کی تراوٹ نے اثر کیا نہ پھولوں کی خوب صورتی اس کے مزاج میں خوش گواریت پیدا کر سکی۔ مستزاد اس کے اندر یادیں وحشت پھیلانے لگیں۔ برسات کا موسم مما کو پسند نہ تھا جب کہ وہ اس موسم کو خوب انجوائے کرتی تھی۔

بارش کا بوند بوند برستا پانی، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں، گیلی مٹی کی سوندھی مہک!

وہ دیوانی سی ہو جاتی تھی اس موسم میں اور مما کو بھی ساتھ زبردستی گھسیٹ لیا کرتی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح اس کی خوشی کے لیے سب برداشت کر لیا کرتی تھیں۔

"مما! آپ کو یہ موسم پسند کیوں نہیں ہے؟" کبھی اس نے پوچھا تھا۔

"پسند تو ہے، مگر یہ بارش اپنے ساتھ اُداسی لے کر آتی ہے اس کے شور میں بھی ایک ایسا سناٹا ہوتا ہے جو دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے، وہ پسند نہیں۔"

مما کی نرم خوب صورت آواز اس کی سماعتوں میں گونج رہی تھی اور آج اسے بھی یہ بارش اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ اُداسی اور وحشت نے اسے بھی مما کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ بارش زور و شور سے ہونے کے باوجود وہ گہرا سناٹا اپنے اندر پھیلتا محسوس کر رہی تھی۔ صبح سے رات ہو گئی وہ کمرے سے نہیں نکلی تھی۔

عمیرہ، عروسہ آپی، عارفہ آپی ناشتا لنچ اسے کمرے میں ہی کروا گئی۔ دونوں بھابیوں، بھائی اور انکل آنٹی نے آ کر اس کی خیریت دریافت کی، وہ سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی۔ ان میں سے کسی کی ہمدردی اسے قرار نہ دے سکی۔ وہ چلے گئے اور وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ نگاہوں میں اس کا اپنا گھر تھا جہاں مما اور بابا کے ساتھ وہ بہت مزے سے رہتی تھی۔

یادیں شفاف قطروں کی صورت اس کی پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پر بہہ رہی تھیں۔ مما دروازے

digestpk.blogspot.com

دروازے کے اس پار سے آنے والی آہٹوں میں اس نے سرعت سے چہرہ صاف کیا اور رضائی چہرے تک اوڑھ کر لیٹ گئی۔

چند سیکنڈ بعد عارفہ آپی اسے پکارتی اندر آئیں۔

”حیا، حیا..... گڑیا!“ وہ پیار سے پکارتی رہی پھر اسے سوتا سمجھ کر واپس چلی گئیں۔

□□.....☆.....□□

”کیا ہوا، حیا ساتھ نہیں آئی؟“ ہارون صاحب نے عارفہ سے پوچھا۔

”وہ سو رہی ہے۔“ عارفہ کے جواب پر وہاں موجود ماں جی اور ان کی تینوں بیٹیوں کے منہ بن گئے جب کہ یاسمین بیگم خاصی نروس ہوگئی تھیں۔

”سو رہی تھی تو اس کو اٹھانے سے قیامت برپا ہوجاتی جو اٹھایا نہیں مہارانی کو۔“ بڑی پھوپھو ثمینہ شدید غصے سے گویا ہوئیں۔

”سارا دن نکل گیا، رات سر پر آپہنچی اور وہ لڑکی کمرے سے نہ نکلی۔ حیرت ہے اب ایسی بھی کیا آرام پسندی و کاہلی؟ مہرو آپا نے بہت ہی بگاڑ دیا لڑکی کو۔“ منجھلی پھوپھو تہمینہ نے بھی بہن کے انداز میں ابرو چڑھاتے ہوئے کہا۔

”ہم تو بھتیجی سے ملنے کی چاہ میں بھاگے چلے آئے اور وہ ہیں کہ کوئی پروا ہی نہیں ہے۔“ چھوٹی پھوپھو زرینہ نے بھی شکوہ کیا۔

”دل چھوٹا مت کرو، ابھی اسے یہاں آئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں؟ وہ جس غم و تکلیف سے گزر رہی ہے، وہ بہت بڑی ہے کچھ وقت لگے گا اسے پرانے رشتے بھولنے اور نئے رشتے قبول کرنے میں۔ رفتہ رفتہ وہ ہم میں گھل مل جائے گی۔“ ہارون صاحب نے تحمل سے بہنوں کو تسلی دی۔

”اللہ کرے ایسا ہی ہو، ورنہ پوت کے پاؤں تو پالنے میں ہی نظر آجاتے ہیں۔“ ماں جی اپنے مخصوص ٹھہرے انداز میں بڑبڑائی تھیں۔ ان کے کہنے پر کھانا شروع ہوگیا تھا۔ ماہین کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

□□.....☆.....□□

”ماں جی! میں نے شادی کی ساری تیاریاں کرلی ہیں۔ شادی اور ولیمے کے جوڑے بھی تیار ہوکر آگئے ہیں۔ اب میں رکوں گی نہیں۔“ موقع پاتے ہی تہمینہ ماں سے مخاطب ہوئیں ثمینہ اور زرینہ بھی موجود تھیں۔

”کون روک رہا ہے تجھے؟ کل بارات لے کر آجا۔“ وہ خوش دلی سے بولیں۔

”ارے واہ! ایسے ہی، اکلوتا بھانجا ہے ہمارا ثوبان خوب دھوم دھڑکا ہوگا۔“ زرینہ نے چہک کر کہا تو ثمینہ بردباری سے گویا ہوئیں۔

”ہم سمجھ رہے ہیں تہمینہ کی بات، مہرو کی وجہ سے پریشان ہو رہی ہو نا تم؟“

”ہاں آپی! مجھے نہیں لگ رہا بھابی، بہن کے انتقال کے ڈیڑھ ماہ بعد ہی بچی کی شادی کرنے پر راضی ہوجائیں گی۔“ بہن کی بات پر وہ ہنس کر بولیں۔

”ماں جی کے ہوتے ہوئے اس گھر میں بھابی کے فیصلے چلیں گے؟ یہ کام ماں جی کے کرنے کے ہیں۔ ویسے بھی مہرو آپا کو گزرے ڈیڑھ ماہ گزر گیا۔ اگر ڈیڑھ سال یا ڈیڑھ صدی بھی گزر جائے تو وہ واپس آنے والی نہیں ہیں پھر کیوں ان کے سال گزرنے کا فضول انتظار کیا جائے۔ زرینہ نے چالاکی سے ماں کے کان بھی بھرے اور سکھا بھی دیا جس کی تائید دونوں بہنوں نے بھرپور انداز میں کی اور ماں جی جو پہلے ہی بیٹیوں کی باتوں پر عمل پیرا رہتی تھیں۔ فوراً ہی بہو بیٹے کو حکم دے دیا کہ دو ہفتے بعد

عروسہ اور ثوبان کی شادی ہے بڑے بیٹے اور بہو کو بھی بلا لیا گیا اور ماں جی کے آگے کسی کی کیا جرأت تھی کہ انکار کرسکے۔ ماہین جو بڑی بہن کی اچانک بیماری اور پھر موت کے صدمے سے دوچار تھیں نہ چاہنے کے باوجود خاموش رہیں۔ تہمینہ دوسرے دن ہی اپنی بھری پری سسرال اور عزیز و اقارب کے ساتھ شادی کی تاریخ طے کرگئی تھیں۔

عزیز و اقارب سب جاچکے تھے ماں جی بیٹوں، بیٹیوں اور بہوؤں کے درمیان بڑی تمکنت سے بیٹھی تھیں۔ شادی کی تاریخ دے دی گئی تھی۔ دو ہفتے بعد ہونے والی تقریبات پر ڈسکس ہو رہا تھا۔ معاً حیا کوریڈور سے بیگ گھسیٹتی ہوئی وہاں آئی۔ سب کی حیران سی نگاہیں اس کی طرف تھیں جب کہ چند نگاہوں میں برہمی و طنز ابھرنے لگا تھا وہ سب کو نظرانداز کرتی ہارون کے پاس چلی آئی۔

”انکل! مجھے یہاں نہیں رکنا، شارجہ جانا ہے۔“ اس کا لہجہ بہت پراعتماد تھا۔

”بیٹا، بیٹا! اتنی ایمرجنسی میں ٹکٹ کس طرح دستیاب ہوں گے؟“ ہارون صاحب حقیقتاً پریشان ہوگئے تھے۔ ماہین اٹھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئیں۔ ”کہاں جاؤں گی حیا؟ اب یہی آپ کا گھر ہے۔“

”میرا گھر نہیں ہے یہ، میں بابا کے پاس جاؤں گی۔“

”کہیں نہیں جاؤ گی تم! بھول جاؤ بابا کو۔ تمہارا باپ وہ نہیں ہارون ہے سمجھیں؟“ ماں جی کی بارعب کڑک دار آواز ہال میں گونج اٹھی۔

”ماں جی پلیز! آپ غصہ مت کریں۔ میں سمجھا لوں گا۔“ ہارون حیا کے سر پر ہاتھ رکھ کر ماں سے آہستگی سے گویا ہوئے۔ حیا کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

”یہ لڑکی تو ہمیں کچھ سمجھتی ہی نہیں ہے۔ ہمیں دیکھتے ہی کمرے میں بند ہوجاتی ہے۔ آج بھی اس نے یہی کیا۔ ہماری خوشی میں ایک لمحہ شرکت نہ کی اس نے۔“

”میں رشتوں میں برابری کی قائل ہوں، جب آپ میرے دکھ میں شریک نہیں تو میں کس طرح آپ کی خوشی شیئر کرسکتی ہوں۔“

ہال میں سناٹا چھا گیا۔ کئی منہ حیرت سے کھلے رہ گئے۔ نوجوان پارٹی نے بھی دلچسپی سے اپنی اس نازک و خوب صورت کزن کو دیکھا جس نے ثمینہ جیسی عورت کے آگے منہ کھولا تھا۔ جن کے آگے لوگوں کے منہ بند ہوجاتے تھے۔

”اچھا۔ اب تم ہمیں رشتے نبھانے اور برابری کرنے کا درس دو گی؟“ ان کا لہجہ کسی زہریلی ناگن کی پھنکار کی مانند تھا۔

”سوری میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے انکل ٹکٹ او کے ہونے تک آپ مجھے کسی ہوٹل میں رہنے کا انتظام کرا دیں اب میں یہاں نہیں ٹھہروں گی۔“

ثمینہ کو جواب دے کر وہ ہارون سے مخاطب ہوئی۔

”بدتمیز، ماہین! یہ تربیت کی ہے تمہاری بہن نے؟ اس لڑکی کو بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ جو منہ میں آتا ہے بک دیتی ہے۔“

ثمینہ کے آگے کسی کو نگاہ اٹھانے کی جرأت نہ تھی۔ اس کل کی لڑکی نے زبان درازی کرکے ان کی بےعزتی کروالی تھی۔ جو انہیں کسی طرح برداشت نہ تھی۔ وہ حیا کو قہر آلود نگاہ سے گھورتے ہوئے ماہین سے مخاطب ہوئیں جو پہلے ہی حیا کی یکے بعد دیگرے جرأتوں پر بدحواس و خوفزدہ تھیں کچھ کہہ نہ

digestpk.blogspot.com

سکیں۔

"بیٹی! آپ یہاں سے کیوں جانا چاہتی ہیں۔ کوئی شکایت ہو تو بتائیں؟" ہارون کے بڑے بھائی احسان نے اٹھ کر معاملہ سنبھالا اور حیا سے مخاطب ہوئے۔

"انکل! یہ میرا گھر نہیں ہے۔ یہاں مجھے گھٹن محسوس ہوتی ہے اور مما کے جانے کے بعد بابا بہت ڈسٹرب ہوگئے ہیں میں بھی اگر یہاں رہی تو بابا بالکل تنہا ہوجائیں گے۔ کون خیال رکھے گا ان کا؟"

اس کی آواز بھیگنے لگی تو وہ چپ ہوگئی۔ آنسو ضبط کرنے سے چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

"گھٹن محسوس ہو یا دم نکلے، رہنا تمہیں اب یہیں ہے۔"

"ماں جی! آپ......!" ہارون لجاجت سے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ وہ طیش میں آگئیں۔

"اب تم درمیان میں مت بولو ہارون! اس کو سچ سچ بتادو، اب یہ کہیں نہیں جائے گی۔ غفران سے تمہارا تعلق مہرین کی زندگی تک تھا۔ مہرین چلی گئی غفران سے تمہارا تعلق خود بخود ختم ہوگیا۔ تمہارے خالہ، خالو تھے وہ اب تم اپنے سگے ماں باپ کے گھر میں ہو اور یہیں تمہیں رہنا ہے بس۔"

ماں جی سنگدلی و بے حسی کی زندہ حقیقت بنی کہہ رہی تھیں حیا کے سپید پڑتے چہرے پر دکھ کی کیفیت بڑھنے لگی یہ اس کے لیے کسی دھماکے سے کم نہ تھا اور وہ دوسرے ہی لمحے ہارون کے بازوؤں میں گر کر بے ہوش ہوگئی۔

□□......☆......□□

"ہیلو یار کب آرہے ہو؟ یہاں کئی خوش خبریاں ہیں۔"

"کیا، کیا ہیں؟ بتاؤ یار!" دوسری طرف سے بہت فریش مگر بھاری آواز ابھری۔

"پہلے بتا، کب آرہا ہے؟" مظفر نے جرح کی۔

"اگلے ہفتے۔"

"چچ پہلی خبر یہ ہے کہ ثوبان کی شادی......!"

"اوہ...... مجھے پتا ہے اور دوسری خبر؟"

"ہارون انکل کے ہاں ایک بیٹی آئی ہے۔ بہت پیاری لڑکی ہے۔ لیکن بہت مغرور اور نک چڑھی ہے۔ کسی سے بات تک نہیں کرتی۔"

"اوہ! کہاں سے آئی ہے؟" پر تجسس انداز میں پوچھا۔

"ماہین آنٹی کی بہن کو تو جانتے ہو، مہرو آنٹی ان کی بہن ہے دراصل ہارون انکل کی بیٹی ہے۔ آنٹی بے اولاد تھیں تو ان دونوں کے اصرار پر ہارون انکل اور ماہین آنٹی نے پیدا ہوتے ہی اپنی بیٹی انہیں دے دی تھی۔ جسے وہ لے کر شارجہ چلے گئے تھے گھر کے بڑے سب اس حقیقت سے واقف تھے جب کہ یہاں ہم سب سے چھپایا گیا۔ وہاں حیا سے بھی پوشیدہ رکھا گیا اور اب مہرو آنٹی کی وفات کے بعد انکل حیا کو یہاں لے آئے ہیں۔ جب اس نے غفران انکل کے پاس شارجہ جانے کی ضد کی تو دادو نے بھانڈا پھوڑ دیا۔"

"اوہ بہت برا ہوا اب کیا تاثرات ہیں محترمہ کے؟"

"بہت شدید چار دن اسپتال رہ کر آئی ہے۔ شاک کی وجہ سے اور گھر آکر بھی وہ اس حقیقت کو ماننے کو تیار نہیں ہے۔ وہ یہاں سے جانا چاہتی ہے دادو نے نامعلوم غفران انکل کو کیا کہا ہے کہ وہ حیا سے بالکل رابطہ ختم کیے ہوئے ہیں۔ وہ رات دن موبائل ٹرائی کرتی رہتی ہے۔ ناکامی پر رونے لگتی ہے دادو کے اور اس کے تعلقات بے حد بگڑ گئے ہیں اور خاص طور پر ثمینہ پھوپو کے بھی۔"

"ارے مجھ کے بھی...... کیوں؟"

"جب آؤ گے خود دیکھ لینا اوکے اللہ حافظ۔"

□□......☆......□□

سارے خواب کچے رنگوں کی طرح گڈمڈ ہوگئے تھے۔ گزرے دن خواب تھے یا ان دنوں وہ خوابوں میں جی رہی تھی۔ حیا تک خوابوں کی کانٹوں بھری پگڈنڈی تھی۔ جہاں ہر قدم پر ان گنت کانٹے چبھ رہے تھے اور جن کی چبھن روح تک میں پیوست ہو رہی تھی۔ وہ شدید ترین تکلیف میں مبتلا تھی۔

"حیا! کیوں کمرے میں بند رہتی ہو؟ کیا سوچتی رہتی ہو میری جان؟" ماہین اس کے کمرے میں آکر قریب بیٹھتے ہوئے ممتا بھرے لہجے میں بولیں۔

"آنٹی! یہ سب خواب ہے۔ میں سوچتی ہوں یہ کوئی ڈراؤنا خواب ہے جلد میری آنکھ کھل جانے گی اور...... اور پھر میں اپنے گھر میں ہوں گی۔ مما اور بابا کے درمیان۔ جہاں خوشیاں ہیں، رنگ ہیں، پھول ہی پھول ہیں۔"

"سوچوں کی دنیا سے باہر نکل آؤ حیا سوچیں صرف فریب و دھوکا دیتی ہیں۔ اگر سوچنے سے دنیا بدلنے لگے، حالات سنورنے لگیں تو بیٹا! دنیا میں کوئی دکھی کوئی پریشان نہ ہو۔ آپ سچ کو مانو بیٹا! سچائی میں سکون و راحت ہے۔" انہوں نے اسے سینے سے لگا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ "عروسہ کی شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا ہے۔ تیاریاں ہو رہی ہیں۔ آپ شریک ہوں۔ دیکھو لڑکیاں کس طرح حصہ لے رہی ہیں آپ کو بھی اچھا لگے گا۔"

"آپ مجھے یقین دلا دیں آنٹی! مجھے بابا کے پاس بھیج دیں گی۔ تو میں جو آپ کہیں گی کروں گی۔ آپ مجھے بابا کے پاس بھیج دیں گی نا؟" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسا کسی معصوم بچے کا والدین سے بچھڑنے کے بعد ہوتا ہے۔

"میں وعدہ نہیں کرسکتی حیا! آپ ہمیں آپی اور دولہا بھائی کی جگہ چاہے نہ دو مگر پلیز، حالت سے سمجھوتا کرلو۔ ماں جی کا حکم ہے آپ کو یہاں ہی رہنا ہے۔ دولہا بھائی سے تمام رابطے ختم کردیے ہیں۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"میں نہیں مانتی ماں جی کو۔ مجھ سے میرے باپ کو کوئی جدا نہیں کرسکتا۔" غصے سے وہ چیخ اٹھی اور وہاں سے نکل کر ان کے پاس پہنچ گئی۔

ماں جی اور ثمینہ سر جوڑے کھسر پھسر کر رہی تھیں اسے دیکھ کر سنبھل گئیں۔

"دادو! آپ ایسا کیوں کر رہی ہیں؟ پلیز مجھے جانے دیں بابا کے پاس۔" وہ ان کے قریب کھڑے ہو کر التجائیہ انداز میں بولی۔

"ہزار دفعہ سمجھا چکے ہیں تمہیں، وہ تمہارا باپ نہیں ہے تمہارا اس سے کوئی رشتہ نہیں مہرو کے مرنے کے بعد وہ نامحرم ہوگیا ہے تمہارے لیے اور ہم نامحرموں کو اپنی لڑکیاں نہیں دیا کرتے۔ آئی سمجھ تمہارے؟" ثمینہ نے پتھر مار انداز میں کہا۔ وہ اس سے دشمنی سی محسوس کرنے لگی تھیں۔

"بس، بس اب کچھ مت کہنا جو ثمینہ نے کہا ہے کافی ہے۔ ویسے بھی یہ بڑی پھوپو ہیں تمہاری، یہاں پر مجھ سے زیادہ ان کی چلتی ہے، جو یہ کہے وہ مانا کرو۔" دادو نے اسے منہ کھولتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔

"نامحرم؟ مجھے ان کو دیتے ہوئے آپ کو یاد نہیں آیا کہ وہ نامحرم ہیں؟"

"کس کو معلوم تھا مہرین اچانک اللہ کو پیاری

digestpk.blogspot.com

ہو جائے گی اور تم بلا بن کر ہم پر سوار ہو جاؤ گی۔" دادو نے چڑچڑے پن سے کہا۔

"مہرو نے زبان درازی کے علاوہ کچھ سکھایا ہی نہیں۔ خود تو میکے میں بھی صرف دونوں بہنیں تھیں۔ سسرال میں بھی غفران بھائی کے سوائے کوئی نہ پلا مگر تمہاری تو سوچ سمجھ کر تربیت کرنی چاہیے تھی۔ بدقسمتی سے بھری پڑی ہماری جیسی سسرال مل گئی۔ تو دوسرے دن ہی کاغذ پکڑا کر میاں باہر نکال دے گا زبان دیکھ کر۔"

"جب آج تک آپ کو "کاغذ" نہیں ملا تو مجھے بھی نہیں ملے گا۔"

"اوئی ماں! کس غضب کی زبان دراز لڑکی ہے۔ اس میں مجھے طلاق۔ توبہ توبہ۔" وہ دونوں ہاتھوں سے گال پیٹتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ حیا وہاں سے چلی گئی۔ ستون کے پیچھے کھڑی ماہین دل پکڑ کر رہ گئیں۔

☐☐☆☐☐

عروسہ کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ چند دن بعد وہ مایوں بیٹھنے والی تھی۔ اس کے چہرے پر دھنک رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ گھر کا ہر فرد ہی خوش تھا۔ ہر ایک کے چہرے پر اسے مسرت دکھائی دیتی تھی کیونکہ یہ خاندان کی دہری شادی تھی۔ عروسہ منجھلی پھوپو کی اکلوتی بہو بن کر جا رہی تھی، دونوں طرف جوش و خروش قابل دید تھا۔ مہمانوں کی آمد و رفت بھی جاری تھی۔ ہنسی مذاق، قہقہے، چھیڑ چھاڑ کا بازار ہر وقت ہی گرم رہتا اور اس کو کہاں عادت تھی اتنے لوگوں میں رہنے کی۔ ان کی بہت مختصر سی فیملی تھی بابا کم گو تھے مگر اس کی باتیں بہت توجہ اور محبت کے ساتھ سنا کرتے تھے۔ امی آہستہ اور نرمی سے گفتگو کرنے کی عادی تھیں۔ اس نے دونوں کو بھی تیز بولتے نہیں سنا تھا۔ یہاں تو ماحول ہی مختلف تھا ہر بات، ہر عادت متضاد تھی۔ وہ خود کو اس ماحول میں ان کے درمیان ان فٹ محسوس کرتی تھی اور سوائے آنسو بہانے کے کر بھی کیا سکتی تھی۔ وہ روئی بھی بہت مگر، جب اسے خود یہ احساس ہوا کہ اس گھر میں خوشیاں بکھری تھیں ان لوگوں نے اول دن سے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا اور جب سے یہ حقیقت آشکار ہوئی تو ان کی محبت مزید بڑھ گئی۔ دونوں بڑے بھائی وحید اور رومیل دونوں بھابیاں مہوش اور نازش بھائیوں سے چھوٹی عروسہ، عارف اور عمیرہ اسے ہر دم خوش رکھنے کی سعی میں لگے رہتے ان کے علاوہ دیگر کزنز بھی تھے جن کو اس نے لفٹ نہ دی تھی۔ اس نے جب اپنے بہن بھائیوں کے چہروں پر اپنے آنسوؤں کی وجہ سے رنجیدگی دیکھی تو سوچا اس کا حق نہیں ہے خوشی کے موقع پر ان کو رنجیدہ کرنے کا۔ غم راکھ کی کوکھ میں چھپی آگ کی طرح اندر ہی اندر سلگتا ہوا ختم ہو۔ جب محبتیں، چاہتیں اس نے تب وصول کی ہیں تو غم بھی کسی سے شیئر کرنے کی ضرورت نہیں اور پھر وہ روتے دل کے ساتھ مسکرانے کا ہنر تو نہ سیکھ سکی مگر یہ تبدیلی اس میں ضرور آئی کہ وہ ان کے درمیان بیٹھنے لگی تھی۔

"عروسہ آپی! وہ...... وہ...... سبط بھائی آ گئے امریکا سے۔" عمیرہ بھاگتی ہوئی آئی اور عروسہ سے لپٹ کر کہنے لگی تھی۔

"ارے اچانک؟ رات تک پھوپو یہیں تھیں۔ ان کو معلوم ہوتا تو وہ ضرور بتاتیں۔ بلکہ ان کے تو اہتمام ہی ختم نہ ہوتے سبط کے لیے۔"

"انہوں نے سرپرائز دیا ہے۔ دادو کے پاس بیٹھے بھی کہہ رہے ہیں کہ عروسہ کے لیے اس سے بہترین شادی کا تحفہ کوئی اور نہ ہوگا۔ ہے بھی ٹھیک

بات، سبط بھائی نہ آتے تو مزا بھی نہ آتا شادی میں۔" عمیرہ بے حد خوش ہوئی۔

"سبط بھائی انجینئر ہیں۔ پچھلے سال فرم کی طرف سے امریکا گئے تھے پانچ سال کے معاہدے پر۔ ثمینہ پھوپو کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ بہت لاڈلے، چہیتے۔" عمیرہ بڑی خوشی کے احساس سے سرشار حیا کو بتا رہی تھی۔ جو ثمینہ بیگم کے نام پر خاصی بدمزا ہوگئی تھی۔

"آؤ حیا! سبط سے ملواتی ہوں تمہیں۔" عروسہ نے کہا۔

"ضروری ہے کیا؟" اس کا لہجہ سرد ہو گیا۔

"نہ...... نہیں مرضی ہے تمہاری مگر ملو گی تو اچھا لگے گا۔"

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔ مجھے ایسے لوگوں سے مل کر اچھا لگتا بھی نہیں ہے۔ گھمنڈی ماں کی گھمنڈی اولاد، ماں کی طرح شو بازی ہوگا۔" وہ یہ کہہ کر رکی نہیں کمرے میں آ گئی۔ رات کا کھانا بھی کمرے میں ہی کھایا۔ سبط اچانک آیا تھا اس طرح حیران کر کے جو اسے اور سب کو خوشی ملی تھی۔ وہ عرصے تک مسرور رکھتی تھی۔ ایئرپورٹ سے وہ سیدھا گھر آیا۔ ممی، چچا بھائی و بھابی سے مل کر وہ ان کے ہمراہ نانو سے ملنے آیا تھا۔ وہاں بھی اس کی اچانک آمد پر کچھ خفگی و خوش دلی سے استقبال کیا گیا۔ دونوں ماموؤں کی فیملیز تھیں۔ نانو نے فون کر کے دونوں خالاؤں کو بھی بلا لیا تھا۔ سب جمع ہو گئے بلا کا تھا۔ ایک تقریب کا گماں ہونے لگا۔ رات کے کھانے کے بعد وہ ظفری کے ساتھ چہل قدمی کے لیے باہر نکل گیا۔ ظفری نے کہا۔

"حیا سے ملے یار؟" ظفری نے اشتیاق بھرے لہجے میں استفسار کیا۔

"حیا؟" فوراً ہی اس کو یاد نہ آ سکا۔ "اوہ، وہ اسپورٹڈ کزن، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ وہ تو مجھے نظر نہیں آئی۔" سبط نے سوچتے ہوئے کہا کیونکہ تمام شناسا چہروں کے درمیان وہ گھنٹوں گھرا رہا۔ اس دوران کوئی غیر شناسا چہرہ دیکھنے کو نہیں ملا تھا۔

"ہاں بھائی! وہ اتنی آسانی سے نظر آنے والی چیز بھی نہیں۔"

"اچھا، تم کچھ زیادہ ہی متاثر نظر آتے ہو اس سے؟" سبط نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"آف کورس، متاثر تو میں ہوا ہوں۔ اس کے اعتماد سے وہ حق بات سامنے والے کے منہ پر کہتی ہے۔ ہمارے خاندان کی لڑکیوں یا عورتوں کی طرح نہیں کہ اس کی بات اس سے اس کی بات اس سے کہہ کر جنگ کا میدان گرم ہی رکھتی ہیں۔ مجھے اس کی دلیری پسند آئی ہے کسی ایسے ویسے خیال کو جگہ دینے کی ضرورت نہیں ہے دل میں۔" ظفری نے رسانیت سے کہا تھا۔

☐☐☆☐☐

"حیا! کیا ہوا بیٹی؟ عارف کہہ رہی ہے آپ کو وہ کپڑے پسند نہیں آئے؟" ماہین اس سے مخاطب ہوئیں جس نے شادی کی تقریبات کے لیے بنائے گئے تمام کپڑے ناپسند کر دیے تھے۔

"سوری آنٹی! مجھ سے اتنے بھاری بھرکم بھڑکیلے کپڑے نہیں پہنے جائیں گے۔"

"شادی کی تقریب میں تو بیٹا بھاری بھرکم کپڑے ہی اچھے لگتے ہیں۔"

"میں شاید آپ کا دل دکھا رہی ہوں آنٹی!" وہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر خفت بھرے انداز میں آہستگی سے گویا ہوئی۔ "مجھے عادت نہیں ہے

digestpk.blogspot.com

"ایسے بے چاری مجرم کو پکڑوں گی۔"

"کوئی بات نہیں میری جان! میں شوفر کو کہہ دیتی ہوں آپ کو وہ شاپنگ سینٹر لے جائے گا۔ آپ اپنی پسند کی شاپنگ کر لینا۔"

وہ اسے پیار کر کے کہتی ہوئی چلی گئیں اور اسے محسوس ہوا مما کی مہک کہیں آس پاس ہی پھیل گئی ہو، ماہین کا انداز بھی مہرو جیسا ہی تھا۔ محبت کے گداز و ممتا کی مٹھاس سے لبریز دھیما و نرم۔ تب ہی تو وہ انہیں مما نہ کہہ سکی تھی۔

وہ تیار ہو کر باہر آئی تو ڈرائیور کار کے پاس ہی کھڑا تھا۔ بلو جینز، وائٹ ٹی شرٹ میں اس کی وجاہت نمایاں تھی۔ براؤن بالوں کا ہیئر اسٹائل اس کے ڈریسنگ کسی طرح اسے ڈرائیور ظاہر نہیں کر رہی تھی۔ اس نے رک کر لان اور پورٹیکو کو دیکھا۔ وہاں کوئی دوسرا تھا ہی نہیں۔ وہ اس کے پاس پہنچ گئی جو سیل فون کان سے لگائے کھڑا تھا۔ آہٹ پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ ایک ناشناسا چہرہ سامنے تھا۔

"شوفر؟" بڑی الجھن بھری آواز تھی گویا یقین و بے یقینی کے انداز میں پکارا گیا ہو۔ سبط جو ابھی اپنے گھر سے یہاں پہنچا تھا کار سے نکلتے ہی کسی کی کال آگئی جو سننے کے لیے وہ رک گیا تھا۔ اس لڑکی کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ حیا ہے۔ اس کی گوری رنگت اور بھوری آنکھوں سے کافی حد تک ماہین ممانی کی شبیہ آرہی تھی۔ اس کی رگ شرارت پھڑک اٹھی۔

"جی میڈم!" اس نے موبائل جیب میں رکھتے ہوئے لہجے کو مودبانہ بنایا۔

"شاپنگ سینٹر چلو۔" کنفرم ہونے کے بعد اس کا لہجہ حکمیہ ہو گیا۔

"جی اچھا۔" سبط نے سعادت مندی سے کہتے ہوئے کار کا دروازہ کھول دیا۔

"دماغ درست ہے تمہارا؟ پچھلا دروازہ کھولو۔" بے دھیانی میں وہ اگلا دروازہ وا کر بیٹھا۔ اس کے چلانے پر سرعت سے پچھلا دروازہ وا کیا۔

"میڈم! کس شاپنگ سینٹر جائیں گی؟" سبط نے بیک مرر میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے یہاں اچھا اور بڑا مال کون سا ہے؟"

اسے امریکہ گئے ابھی ایک ہی سال ہوا تھا۔ ذہن کی اسکرین پر پورا کراچی موجود تھا۔ جس کے چپے چپے سے وہ بخوبی واقف تھا۔ ایک بہترین شاپنگ مال پر وہ اسے لے آیا تھا۔ وہ پرس اور دوپٹا سنبھالتی کار سے نکل آئی۔

"اے، تم کہاں آرہے ہو؟" اسے ساتھ آتے دیکھ کر وہ بولی۔

"میڈم! خریداری میں مدد کرواؤں گا آپ کی۔"

"شٹ اپ، مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں کار کے پاس جاؤ۔" وہ اسے ڈانٹ کر اندر داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

"واہ میڈم! آپ نے تو مجھے واقعی ڈرائیور بنا دیا ہے۔" وہ مسکراتا ہوا کار کی طرف بڑھ گیا اور اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے آدھے گھنٹے بعد حیا کو کئی شاپر پکڑے آتے دیکھا۔ اس نے بڑھ کر وہ تمام بیگز کار میں رکھ دیے۔

"میڈم آپ نے اتنی جلدی خریداری کر لی؟" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے پیچھے بیٹھی حیا سے حیرانی سے کہا۔

"جب ایک بوتیک سے سب مل جاتا ہو تو کیا ضرورت ہے پورا مال چھاننے کی۔"

"یہ بات بھی آپ نے درست کی اگر...!"

"منہ بند کرو اپنا، کار ڈرائیو کرو۔" حیا نے اسے ڈانٹا تو وہ "جی اچھا" کہہ کر ڈرائیونگ کرنے لگا تھا۔ حیا اس کے اعتماد پر حیران تھی۔ وہ رکھ رکھاؤ سے ہی نہیں، گفتگو و اعتماد سے بھی ڈرائیور نہیں لگ رہا تھا۔ اس کی پر اعتماد و شوخ نگاہوں کے حصار میں وہ جاتے ہوئے بھی رہی تھی اس نے واپسی میں جگہ بدل دی تھی مگر اس نے پہلے ہی سائیڈ مرر اسی طرف فوکس کر دیا۔ گویا وہ اس کی سوچوں سے باخبر تھا اور وہ واپسی میں بھی اس کی نگاہوں میں رہی۔

وہ بیگز لے کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ ہال سے خوب صورت آوازیں آرہی تھیں۔ سب وہاں جمع تھے اپنی شاپنگ وہاں لے کر جاتی تو اسے معلوم تھا مذاق اڑایا جاتا۔ ان کے بھڑکیلے چمکیلے لباس کے آگے اس کے سادہ کپڑے اور سادہ لگتے۔ ایسے میں وہ آنٹی اور عروسہ وغیرہ کے چہرے پر اپنی وجہ سے پھیلتی ندامت یا تکلیف محسوس کرتی۔ اس وجہ سے کمرے میں آگئی۔ بیگز اس نے ایک طرف رکھ دیے آنکھوں سے پھر موتی برسنے لگے تھے۔ مما، بابا کی یادوں سے کہاں چھپ سکتی تھی۔ ان سے بچھڑے دو ماہ سے زیادہ عرصہ بیت گیا تھا اور اس عرصے میں ایک لمحہ ایسا نہ تھا کہ ان کی یاد سے غافل ہوئی ہو۔ اب بھی ان کے ساتھ کی جانے والی شاپنگ اسے یاد آرہی تھی۔ یادوں کے سنگ بھاگتے بھاگتے وہ نیند کی وادی میں اتر گئی اور پھر ماہین کے جگانے پر اٹھی۔ انہوں نے اس کی شاپنگ کی خوب تعریف کی تھی۔ دونوں بھابیوں اور عروسہ نے نا معلوم اس کا دل رکھنے کے لیے تعریف کی تھی یا واقعی انہیں شاپنگ پسند آئی تھی۔ وہ چپ چاپ ان کی تعریف و توصیف سنتی رہی۔

"ثمینہ پھوپو آپ کو کئی مرتبہ پوچھ چکی ہیں۔" بڑی بھابی مہوش نے کہا۔

"روز روز آجاتی ہیں ان کا اپنے گھر میں دل نہیں لگتا۔" اس نے منہ بنا کر کہا ماہین ٹھہر کر بولیں۔

"ایسے نہیں کہتے انہوں نے سن لیا تو طوفان مچا دیں گی۔"

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
آنچل نئے افق
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
مڈل ایسٹ ایشیا افریقہ یورپ کے لیے 6000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ منی آرڈر، منی گرام و ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔ مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔
رابطہ: طاہر احمد قریشی — 0300-8264242
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبرز: +922-35620771/2 فیکس: +922-5620773 Email:circulationngp@gmail.com

"کیوں ڈرتی ہیں آپ؟ ان کا کام کیا ہے سب کی برائیاں کرنا۔ حکم چلانا اور بے عزتی کرنا...... مجھے بالکل پسند نہیں ہے وہ۔ میں نہیں جاؤں گی لاؤنج میں۔"

"پھوپو زیادتی بھی بہت کرتی ہیں حیا کے ساتھ، بلاوجہ اس کے ساتھ خار رکھنے لگی ہیں۔ یہ بڑا پن تو نہیں ہے۔" عروسہ کو بہن سے محبت تھی۔

"سب چھوڑو آؤ ہم باہر چلتے ہیں۔" عارفہ مسکراتی ہوئی زبردستی اس کا ہاتھ تھام کر باہر لے آئی اور لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ سیدھی اس شخص پر پڑی تھی وہ بڑے استحقاق بھرے انداز میں دادو کے قریب بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اس کے دوسری جانب پھوپو بیٹھی مسکرا رہی تھیں۔ ظفری، عبیرہ، زرینہ پھوپو کی سوہنی، تایا کے خولہ اور مائرہ، فہد رازی سب موجود تھے۔ وہ مارے حیرانی کے ساکت رہ گئی۔ اس دم سبط کی نظریں بھی اٹھیں اور آن واحد میں اس کے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی شرارت بھری مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔ ساتھ ہی وہاں موجود سب کزنز بھی مسکرانے لگے تھے۔ ان کے درمیان وہ خود کو احمق محسوس کر رہی تھی۔

"تمہیں کیوں سکتہ ہو گیا اور تم لوگ کیوں کھی کھی کر رہے ہو۔" ثمینہ پہلے عارفہ کے پہلو میں کھڑی حیا سے بولیں اور پھر ان سب سے جو اپنی ہنسی نہ روک سکے تھے۔ عبیرہ ہنستی ہوئی بولی۔ "یہ سبط بھائی ہیں ثمینہ پھوپو کے بیٹے۔ تم ان کو شوفر سمجھی تھیں۔ اس کا مارے شرمندگی کے چہرہ سرخ ہو گیا کتنی آسانی سے وہ اسے بے وقوف بنا چکا تھا اور اپنے کارنامے کی ان سے داد بھی وصول کر چکا تھا۔ تب ہی اسے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ وہ عارفہ سے ہاتھ چھڑا کر وہاں سے بھاگتی کمرے میں آ گئی۔ سبط کے چہرے سے یکدم ہی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ حیا کی کیفیت اور اس کی آنکھوں میں بھر آنے والی نمی اس کی حساس نگاہوں سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔ وہ نادم سا ہو گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی ماں جی! یہ لڑکی ہر بار کچھ نیا ہی کرتی ہے۔" ثمینہ حیا کو بنا کچھ کہے سنے وہاں سے بھاگتے دیکھ کر گویا ہوئیں تو عبیرہ نے سبط کی زبانی سنی ساری بات دہرا دی۔

"کیسی کم عقل لڑکی ہے دیکھو تو بھلا، میرے بچے میں اسے کیا ڈرائیوروں والی بات نظر آئی ہے۔ جو وہ ڈرائیور ہی سمجھ بیٹھی؟ احمق کہیں کی۔"

"ممی! میں نے شرارت کی تھی غلطی اس کی نہیں ہے۔"

سبط ماں کو آگ بگولہ دیکھ کر حقیقت بتانے لگا اور بڑی مشکل سے ان کا غصہ ٹھنڈا کر پایا۔ عبیرہ اٹھ کر حیا کے پاس آ گئی۔ جو ان سے خفا ہو گئی تھی اور رو رہی تھی۔ اس کا خیال تھا ان سب نے مل کر اسے بے وقوف بنایا ہے۔ ماہین کے سمجھانے بجھانے پر وہ چپ ہوئی تھی مگر کچھ دن پہلے جو وہ بے تکلفی و اجنبیت کے خول سے باہر نکلی تھی اسی خول میں پھر بند ہو گئی اور عروسہ کی مایوں تک کمرے سے باہر نہ نکلی۔

□□ ☆ □□

مایوں کی رسم ادا کی جا چکی تھی۔

مہمانوں سے لان بھرا ہوا تھا۔ جو مایوں کی رسم کے لیے خصوصاً بہت خوب صورتی سے سجایا گیا تھا۔ عبیرہ اس کا ہاتھ تھامے گھوم رہی تھی۔ اس کے اصرار پر اس نے مایوں کا ڈریس پہنا تھا۔ سبز اور پیلی کڑھائی والی فراک پر سرخ دوپٹا تھا۔ دونوں کے سوٹ یکساں تھے۔ عبیرہ دل لگا کر تیار ہوئی تھی۔ اس کو ایسی چیزوں سے رغبت نہ تھی۔ البتہ عارفہ کے کہنے پر اس نے موتیا

کے کنگن ہاتھوں میں پہن لیے تھے۔ موتیا کے پھولوں کی ڈھیروں لڑیاں عبیرہ نے اس کے بالوں میں لگا دی تھیں۔ جو اس کے دائیں شانے سے آگے لٹک رہی تھیں۔ رشتے داروں سے اسے ملوایا گیا تھا۔ وہ کافی نظروں کے زد میں تھی۔ جن سے وہ الجھن محسوس کر رہی تھی۔ عبیرہ نے نامعلوم کون کون سے رشتوں کے کزنز سے اسے متعارف کروایا مگر وہ چہرے پر اتنی بےزاری و سنجیدگی طاری کیے ہوئے تھی کہ کسی کی ہمت نہ ہوئی اس سے بے تکلف ہونے کی۔ وہ عبیرہ کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ معاً فلیش لائٹ چمکی اس نے دیکھا سامنے سبط کے ہاتھوں میں کیمرا تھا۔

"یہ کیا سبط بھائی! میری فوٹو تو آئی بھی نہیں ہوگی؟" عبیرہ جو کسی مہمان خاتون سے بات کرنے رک گئی تھی اس کے قریب آ کر بولی۔

"یار! میں نے تمہاری تصویر لی کب ہے؟ میں تو ماں جی کی تصویر لے رہا تھا۔" اس نے کن انکھیوں سے حیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ بول رہا ہے کمینہ، ماں جی کہاں ہیں؟" حیا نے غصے سے سوچا۔

"اوکے، یوز دو اب لے لیتا ہوں۔" وہ دل کشی سے مسکرا کر بولا۔

"آئی ایم ناٹ انٹرسٹڈ۔" عبیرہ نے اسے ابھی کہا تو وہ اس جگہ آ کر بیٹھ گئی جہاں یوتھ کی گیدرنگ تھی۔ سامنے فاصلے پر اسٹیج تھا۔ جس پر زرد سوٹ اور سبز دوپٹے میں ملبوس عروسہ سسرالیوں میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ تینوں پھوپیاں ماں جی، تائی اور آنٹی تہمینہ کے ساتھ آنے والی عورتیں و لڑکیاں وہاں موجود تھیں۔ کئی گھنٹے ہونے کو آئے تھے ان کی رسموں کا سلسلہ ختم نہ ہو رہا تھا۔

"ہیلو۔" سبط وہاں آ کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"میں نے اس دن مذاق کیا تھا آپ سے اور آپ مائنڈ کر گئیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا آپ ہرٹ ہوں گی تو میں کبھی ایسا نہیں کرتا۔ آئی ایم سو سوری۔"

سبط کے لہجے میں خلوص و سچائی تھی۔ اس دن اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر اسے احساس ہوا تھا کہ وہ مذاق میں زیادتی کر بیٹھا ہے۔ وہ بے حد شوخ و شریر ہونے کے ساتھ بلا کا حساس و ذمے دار تھا۔ روتوں کو وہ ہنسا دیا کرتا تھا اور کوئی اس کی وجہ سے شرمندگی محسوس کرے اس حد تک کہ رو پڑے، یہ اسے گوارا نہ تھا۔ تب سے آج وہ اسے ملی تو وہ معذرت کرنے چلا آیا۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔ میں آپ جیسے لوگوں کی پروا نہیں کرتی۔"

وہ اس کی جانب دیکھتی ہوئی نفرت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"ارے آپ تو کچھ زیادہ ہی ناراض معلوم ہوتی ہیں۔" اس نے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"مائی فٹ! میں آپ سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔" حیا کے لہجے میں اہانت تھی۔ لمحے بھر کو سبط کے وجیہہ چہرے پر سرخی پھیلی وہ وہاں سے جاتی حیا کو حیرانی سے دیکھتا رہا۔

□□ ☆ □□

"ہارون! بہت غلط فیصلہ کیا تھا تم نے بیٹی سالی کو دینے کا۔ اب دیکھو نا۔ لڑکی اس گھر کی رہی نہ اس گھر کی۔ لٹک گئی ہے درمیان میں۔" وہ ماں جی کے پاس بیٹھے تھے جب ثمینہ ہارون سے مخاطب ہوئیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں آپی! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سنبھل جائے گی وہ۔"

digestpk.blogspot.com

"ارے فکر مند کیسے نہ ہوں؟ بھائی کی فکر بہن نہ کرے گی تو کون کرے گا؟" مہرو نے ذرا بھی اچھی تربیت نہ کی، مجھے تو فکر ہے کس طرح یہ لڑکی گھر بسائے گی؟ ذرا مروت و سلیقہ نہیں ہے۔ کل مایوں کی تقریب میں سارا خاندان تھا۔ مجال ہے جو کسی سے مسکرا کر اخلاق سے ملی ہو، سب سے منہ ٹیڑھا کر کر کے ملی ہے۔ سب نے ہی اسے بد مزاج و مغرور کہا ہے کتنے لوگوں نے تو ہم سے ہی کہا۔"

"اسے ابھی وقت لگے گا ہمارے ماحول میں ڈھلنے میں مہرو بہت کم ہی لوگوں سے تعلقات رکھتی تھی۔ پھر رشتے داریاں تھیں نہیں جو آنا جانا ہوتا اور حیا کو عادت ہوتی۔ وہ بچپن سے ایسا ماحول دیکھتی آئی ہے۔ اپنے یہاں تو ماشاء اللہ خاندان اتنا وسیع ہے۔ خیر اس کو عادت ہو جائے گی۔"

تائی ثریا نے دیورانی کے پریشان چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے ثمینہ سے کہا۔

"بات ساری یہ ہے کہ اپنوں کو اپنے ہی ڈھانپتے ہیں دونوں بھائیوں اور تینوں بہنوں کی بیٹیاں اور بیٹے ہم نے آپس میں ہی رشتے کر کے نمٹا دیے ہیں اور جو موجود ہیں ان کے بھی رشتے طے ہیں سمجھو اور ان سب میں اس لڑکی کی جگہ نہیں بنتی ہے۔ سبط کے لیے تو ہم لڑکی پسند کر چکے ہیں اور شاید ظفر ہی کے لیے بھائی دیکھ چکی ہیں کوئی لڑکی۔"

"ثمینہ! کیا رشتوں کی بات لے کر بیٹھ گئی ہو پہلے ثوبان اور عروسہ کا فرض تو ادا ہونے دو پھر سوچیں گے کچھ۔" ماں جی نے پان کھاتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

"آج ثوبان کی مایوں اور رسم حنا بھی ہے۔ کل بارات، پرسوں ولیمہ، کون سے ڈھیروں دن پڑے ہوئے ہیں۔ سبط دو ماہ بعد واپس چلا جائے گا اور اس کے جانے سے پہلے اس کی شادی کرنا چاہ رہی ہیں۔" وہ پر سوچ انداز میں گویا ہوئی۔

"ارے واہ آپی! آپ نے ایک دم ہی پروگرام بنا ڈالا آپ نے کل تک تو کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا آپ کا۔" زرینہ حیرانی سے گویا ہوئی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ سبط کے پاپا نے یہی کہا ہے کہ اب اسے یہاں سے شادی کے بعد ہی بھیجنا ہے۔ ان کے کئی دوستوں کے بیٹے اور بھائی ان ملکوں میں گئے ہیں، تو میموں کے چکروں میں ایسے پڑے ہیں کہ سالوں سال گزر گئے پلٹ کر نہیں آئے ہیں۔" انہوں نے وجہ بیان کی۔

"اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے قبل سبط سے بھی معلوم کرلینا وہ کیا چاہتا ہے۔" بڑے بھائی احسان نے بھی اندر آتے ہوئے باتوں میں حصہ لیا۔ ہارون اور ماہین وہاں سے اٹھ آئے تھے۔ ان کے چہروں سے ہی تفکر و ملال عیاں تھا۔ ثمینہ نے جو باتیں کیں، بے شک وہ کڑوی تھیں مگر سچائی تھی ان میں۔

"وہ مس فٹ ہے۔ ہم لوگوں میں، کیا ہوگا ہماری بچی کا ہارون؟ مہرو آپا نے پھوپو کی طرح سے اس کی پرورش کی ہے۔ یہاں آ کر رل گئی وہ۔"

"مجھے معلوم ہے ماہین، ہماری بیٹی بد دماغ و بد تمیز نہیں ہے، وہ ابھی خود کو سنبھال نہیں پائی ہے۔ اس نے مہرو آپا اور غفران بھائی کے سنگ جتنی محبتیں اور خوشیاں پائیں ان کے جاتے ہی پے در پے صدمات ملے ہیں بچی کو۔" ہارون کے لہجے میں بھی بیٹی کے لیے پیار و محبت تھی۔

"ماہین! تمہیں معلوم ہے آپی نے سبط کے لیے کس لڑکی کا انتخاب کیا ہے؟"

"نہیں ویسے ان کا اشارہ مجھے زرینہ کی بیٹی سوہنی کی طرف لگ رہا ہے، بہت پسند کرتی ہیں اس کو۔"

ان کے پاس کسی کام سے آتی حیا باہر ہی رک گئی۔

"اچھا چلو اچھی بات ہے زرینہ کی بیٹی اور ہماری بیٹی میں کوئی فرق نہیں ہے، ورنہ میرا ارادہ تو کچھ اور ہی تھا۔" وہ گہری سانس لے کر بجھے لہجے میں گویا ہوئے۔

"کیا ارادہ تھا آپ کا؟" ماہین نے پوچھا۔

"سبط کو میں نے دیکھا تو نا معلوم کیوں میرے دل نے کہا کہ سبط اور حیا کی جوڑی خوب رہے گی۔ وہ بھی خاندان میں سب سے خوبرو اور سعادت مند بچہ ہے اور ہماری حیا بھی تو ماشاء اللہ اس کے ساتھ جوڑی خوب رہتی مگر...... جوڑے آسمان پر بنتے ہیں۔" ان کی افسردہ آواز حیا کو جھنجلا گئی۔

☆

سبط سر میں درد ہونے کے باعث گولی کھا کر سو گیا تھا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو گھر میں سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ سب لوگ مہندی لے کر جا چکے تھے۔ لاؤنج میں کچھ بزرگ خواتین گفتگو میں مصروف تھیں۔ ملازمائیں وہ چیزیں سمیٹ رہی تھیں جو مہندی لے کر جانے والے مہمان اور گھر والے پھیلا گئے تھے۔

"تم نہیں گئیں؟ مہندی تو تمہاری کزن کی ہے تمہیں ضرور جانا چاہیے تھا۔" وہ عروسہ کے کمرے میں چلا آیا۔ جو پیلے اور زرد سرخ لباس میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ ابھی پارلر سے آ کر بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگی ہوئی تھی۔ سبط کے چھیڑنے پر وہ سر جھکا کر مسکرا دی۔ وہ اسے ثوبان کے حوالے سے چھیڑنے لگا تھا کہ گیٹ وا ہوا اور حیا اندر آئی۔ میرون و گرین کڑھائی والے سوٹ میں اس کی شہابی رنگت چمک رہی تھی۔ گولڈن بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ سبط کی بے ارادہ اٹھنے والی نگاہ اٹھی رہ گئی تھی۔

ایک انوکھا غیر شناسا سا احساس اس کے دل کی تہوں تک اترتا چلا گیا اور پہلی بار اسے احساس ہوا اس سر پھری و بد دماغ لڑکی کو دیکھنا اچھا لگ رہا ہے۔ وہ نا معلوم کب اور کیسے اس کے دل کو تسخیر کر چکی تھی۔ وہ بھرپور انداز میں مسکرا رہا تھا کہ دل پر وہ اس کے پہلی نگاہ سے ہی قابض ہو گئی تھی اور وقت کے ساتھ ساتھ جذبوں کے اندر تلاطم پیدا کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے جذبات کی سرکشی سے نبرد آزما تھا نہیں چاہتا تھا کہ اس کو خبر ہو اور وہ اس کے جذبوں کی پامالی کرے یہ اس کی نگاہوں کی حدت تھی یا حیا کا وہ طرز تغافل جو اس کو کچھ کہ اس کے انداز سے عیاں ہونے لگا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی اور نگاہیں سیدھی سبط کی نگاہوں سے ٹکرائیں۔ سبط کو دیکھتے ہی اس کے اندر چنگاریاں سی پھوٹنے لگیں کہ شام میں ہی تو اس نے انکل آنٹی کی گفتگو سنی تھی۔ وہ ان کو ساتھ دیکھنا چاہتے تھے مستقبل کے حوالے سے جب کہ وہ اسے اس وقت سے ناپسند کرتی تھی جب سبط نے اسے بے وقوف بنایا تھا پھر اس کی نفرت کا سبب یہ بھی تھا کہ وہ ثمینہ پھوپو کا بہت لاڈلا چہیتا بیٹا تھا۔ ثمینہ وہ عورت تھیں جنہوں نے پہلے دن سے ہی اس سے بلاوجہ بیر باندھا ہوا تھا کوئی موقع وہ اسے باتیں سنانے کا چھوڑتی نہ تھیں۔

غصے کی سرخ آندھی اس کی آنکھوں میں چھا گئی۔

"حیا! ایک کپ چائے سبط بھائی کے لیے لے آنا۔" عروسہ نے اس سے کہا جو کمرے میں آتے ہی واپس نکل رہی تھی، اسی اثنا میں اس کا پاؤں پھسلا قبل اس کے کہ وہ فرش پر اوندھے منہ گرتی سبط نے سرعت سے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ تو اس کے بازو کو اس نے مضبوطی سے تھاما تھا مگر پھر دوسرے پل ہی اپنے حواس درست کرتی ہوئی اس سے علیحدہ ہو کر

digestpk.blogspot.com

غرائی۔
"تم نے مجھے ٹچ کرنے کی ہمت کیسے کی؟" وہ شدید اشتعال میں آ گئی۔

"کیا مطلب! میں نے آپ کو گرنے سے بچایا ہے۔" وہ ششدر رہ گیا۔

"معلوم ہے مجھے آپ کی نیچر تھرڈ ٹائپ مین ہیں آپ۔"

اس کی بدگمانی و بدزبانی پر وہ کھول کر رہ گیا۔ ساری شوخی و شگفتگی ہوا ہوگئی۔

"پلیز حیا! چھوڑو مت مہمان ہیں گھر میں، کیا سوچیں گے؟" سبط بھائی نے تمہاری مدد کی ہے اور تم فضول بات کر رہی ہو۔" عروسہ نے سرعت سے کمرے کا دروازہ بند کر کے اس سے کہا۔

"اس نے مجھے چھوا ہے آپی.....!"

"شٹ یور ماؤتھ! بہت بکواس کر لی تم نے۔ کیا سمجھتی ہو خود کو؟ اگر مجھے ماموں جان کا خیال نہ ہوتا تو تمہیں بتاتا۔" وہ عروسہ کے خیال سے کہتے کہتے چپ ہو گیا اور کمرے سے غصے سے باہر نکل گیا۔

□□......☆......□□

کتابی چہرہ بھی ہے اس کا چاندنی کی طرح
وہ چل رہا ہے میرے ساتھ روشنی کی طرح
عجب بات ہے کہ دشمن بھی ہے وہی میرا
مجھے عزیز ہے جو شخص زندگی کی طرح

سرخ و سیاہ فینسی سوٹ میں وہ وہاں موجود لڑکیوں میں سب سے علیحدہ اور نمایاں تھی۔ گولڈن گھنے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ سادگی میں بھی رعنائی سے بھرپور تھا۔ کانوں میں اس کے رنگ تھے اور گردن میں روبی کی مالا تھی۔ بائیں ہاتھ میں گھڑی اور دائیں ہاتھ میں میچنگ بریسلیٹ اس کے چہرے پر بے نیازی اور سنجیدگی تھی جو کسی کو اس سے بے تکلف ہونے کا موقع نہ دیتی تھی۔

وہ عمیرہ کے ساتھ تھی سوہنی اور روزی نے پھر بھی اس سے زبردستی ہی دوستی کر لی تھی اب وہ ساتھ تھیں باتیں کر رہی تھیں مگر حیا چپ تھی۔

"جہاں تیری یہ نظر ہے میری جاں مجھے خبر ہے۔" ظفری شوخی سے گنگناتا ہوا اس کے قریب آ کر گویا ہوا۔

"تمہیں خبر نہ ہوگی تو کس کو ہوگی؟" جواباً وہ بھی شوخی سے بولا۔

"میں تو سوچ رہا تھا تمہاری زندگی میں کوئی میم شیم آ گئی ہوگی مگر تم تو ایسی کوئی چیز لگا کر نہیں لائے اور یہاں آ کر نظر ڈالی بھی تو ایک بے حد "مشکل لڑکی" پر جس کی خواہش کرنا چاند کے حصول کی خواہش کے مترادف ہے۔" ظفری نے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"خواہش جب "طلب" بن جاتی ہے تو حصول "چاند" کا ہو یا "چاہت" کا حاصل ہو کر رہتا ہے۔" سبط نے دور کھڑی حیا کو دیکھتے ہوئے جذب سے کہا۔

"چاہت، حاصل اور طلب! یہ راتوں رات کس طرح جنگل ہرا ہو گیا یار؟" ظفری نے اس کی طرف حیرانی سے دیکھا۔

"تم مجھے چھوڑو اپنا بتاؤ۔ کیا کہہ رہے تھے سوہنی کے بارے میں؟" ویٹر سے کولڈ ڈرنگ لے کر گھونٹ لیتے ہوئے اس نے موضوع بدلا۔

"وہی جو تم حیا کے بارے میں کہہ رہے ہو۔"

"او یعنی چاہت، حاصل اور طلب کی جستجو۔"

وہ دونوں ہی بے اختیار ہنس پڑے تھے۔

"وہ تمہاری دسترس سے دور تو نہیں ہے، ممانی جان سے کہہ کر معاملہ کلیئر کروا سکتے تھے اس کے لیے

تمہیں میرا انتظار کیوں کرنا پڑا؟" اس کی بے قراریوں کی داستان سن کر سبط نے سنجیدگی سے کہا۔

"ثمینہ پھوپو کے پروگرام کی تمہیں خبر نہیں ہے، وہ سوہنی کو تم سے منسوب کرنا چاہ رہی ہیں۔ اس لیے میں خاموش تھا کہ اگر تم بھی ایسا چاہو گے تو..... میں تمہاری خاطر اپنی خواہش پر انا للہ پڑھ لوں گا۔"

"خدا کا شکر ہے، تم جیسا دوست مجھے ملا ہے۔ میرے بھائی اب دیر مت کرو۔"

"میرا بس چلتا تو ابھی ثوبان کے ساتھ ہی دلہا بن کر آ جاتا مگر......!"

"کیسے دوست ہو؟ وہاں ثوبان سالیوں میں گھرا ہوا ہے اور تم دونوں یہاں کون کون سے مسئلے سلجھانے کھڑے ہو گئے ہو؟"

ثمینہ بیگم ان کے قریب آ کر گویا ہوئیں وہ دونوں معذرت کر کے جانے لگے تو ظفری کو جانے کا اشارہ کر کے انہوں نے سبط کو روک لیا۔

"سوہنی کو دیکھ رہے ہو، کتنی پیاری لگ رہی ہے؟"

ظفری کے جاتے ہی وہ سبط سے مخاطب ہوئیں۔ ان کی نظریں دور سوہنی پر تھیں جو پرپل میچنگ سوٹ میں نک سک سے تیار بہت اچھی لگ رہی تھی۔ عمیرہ و حیا کے قریب کھڑی خوش گپیوں میں مگن تھی۔

"سوہنی کو دکھانے کا کوئی خاص مقصد ہے ممی؟" ظفری اس کو پہلے ہی مطلع کر چکا تھا وہ محتاط انداز میں گویا ہوا۔

"ہاں بیٹے! خاص الخاص! اسے میں بہو بنانا چاہتی ہوں۔"

"ممی! یہ ثوبان و عروسہ کی شادی کا دن ہے۔ اس فنکشن کو اٹینڈ کرنے دیں، ایسے فیصلے گھر میں کرنے کے ہوتے ہیں۔ اس طرح ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں کرنے کے نہیں۔" وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

"فیصلہ تو میں کر چکی ہوں۔" کسی خاتون کے آنے پر وہ مسکراتی ہوئی چلی گئیں۔

ثوبان و عروسہ کی شادی کو وہ بھرپور طریقے سے انجوائے نہیں کر پایا تھا کیونکہ ثمینہ بیگم ضدی و خود پسند عورت تھیں اور اپنی ضد سے ذرا بھی دستبردار ہونے کو تیار نہ تھیں۔ اس نے سوہنی سے رشتے کے لیے انکار کر دیا۔ جو وہ ماننے کے لیے تیار نہ تھیں جواباً وہ بھی خاموش ہو گیا تھا۔ حیا کا نام لینے سے اس لیے بھی گریز کر رہا تھا کہ ابھی تو وہ خود اس پر یقین نہ کر سکا تھا کہ وہ اس کا ساتھ قبول کرے گی بھی یا نہیں؟

وہ بددماغ لڑکی جو ظلم کرتی تھی اور مظلوم بن جاتی تھی ہر زیادتی کا آغاز اس کی طرف سے ہوتا اور الزام وہ اسے دے دیتی تھی۔ اس کے باوجود بھی اس کی نگاہوں کا محور وہی رہی تھی۔

□□......☆......□□

شادی کے ہنگامے سرد ہوئے تو زندگی اپنی ڈگر پر لوٹ آئی تھی۔ عروسہ ثوبان کے ہمراہ ایک ہفتے بعد ہی ہنی مون کے لیے شمالی علاقہ جات کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔ بڑے بھائی عبدالوحید کا ٹرانسفر ایبٹ آباد ہوا تو وہ مہوش بھابی کو لے کر وہاں شفٹ ہو گئے۔ چھوٹے بھائی رومیس اسی ماہ کی چھٹیوں پر ساؤتھ افریقہ سے آئے تھے وہ بھی اپنی فیملی کے ساتھ جا چکے تھے۔

گھر کی گہما گہمی میں ایک سکون سا در آیا تھا۔ عمیرہ نے آرٹ کالج میں ایڈمیشن لے رکھا تھا۔ اس کا آدھا دن وہاں گزرتا تو گھر آ کر وہ باقی آدھا وقت سو کر اور کزنز کے ساتھ ہلے گلے میں گزار دیتی۔ تایا کی

digestpk.blogspot.com

دونوں بیٹیوں خولہ اور مائرہ سے اس کی بہت بنتی تھی۔ جب کہ حیا سے بھی اس نے اچھی دوستی کرنے کی پوری سعی کی تھی مگر حیا نہ ان سے دوستی کرنے کو تیار تھی نہ انہیں اپنا سمجھنے کو تو وہ گھلنے ملنے والے نہ تھے۔ کمرا بند کیے بیٹھی رہتی بہت کم ان کے ساتھ کھانے یا ناشتے میں شریک ہوتی تھی وہ فطرتاً بھی تنہائی پسند تھی۔ پھر اس کی پرورش بے حد ناز و نعم میں ہوئی تھی۔ مہرو اور غفران صاحب نے بھی اس کو روکا ٹوکا نہ تھا اور اس کی زندگی میں کوئی ایسا مشغلہ بھی نہیں تھا جو کسی اعتراض کے زمرے میں آتا نہ کوئی دوست تھا نہ کہیں آنا جانا۔ اسکول سے یونیورسٹی تک اس کی دوستی صرف مما اور بابا سے رہی تھی یا کتابیں۔ پودے وغیرہ۔ اس کی زندگی ان ہی سے خوب صورت تھی۔ جواب ان سب کے بغیر بدصورت ہی نہیں بے رنگ ہوگئی تھی۔ کل کے مقابل آج متضاد ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی خاموشی، اس کی تنہائی و غم کوئی اس گھر سے پر تیز تیز بولنے اور قہقہے لگانے والے لوگوں میں ناپسندیدہ تھی تو وہ خود کو ان لوگوں میں مس فٹ سمجھتی تھی۔ سب نے اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا مگر وہ دادو پھپھیوں کے طنز و اعتراضات کی زد سے نہ نکل سکی تھی۔

اس رات سبط آیا تو ڈنر کے بعد سب کزنز کا آؤٹنگ پر جانے کا پروگرام بن گیا۔ وہ سب تیار تھے عارفہ اور عمیرہ نے حیا سے بھی چلنے کو کہا اور اس کے قطعی انکار پر سبط دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود چلا آیا۔

"دماغ کے لیے تازہ ہوا بہت ضروری ہے۔" وہ بولا۔

"کس نے منع کیا ہے جا کر دماغ کو لگائیں ہوا۔"

"میں اپنے نہیں... آپ کے دماغ کی بات کر رہا ہوں۔"

وہ اس کے قریب آ کر شوخی سے گویا ہوا۔ کاٹن کے بلو اینڈ سی گرین سوٹ میں اس کی سنہری رنگت دمک رہی تھی۔

"آپ کون ہوتے ہیں میرے دماغ کی فکر کرنے والے؟"

وہ تیوری چڑھا کر غصے سے گویا ہوئی۔ عارفہ، عمیرہ وہیں موجود تھیں اس کے بدلتے تیور پریشان کر گئے تھے۔

"جب سے آیا ہوں آپ کے دماغ ہی دیکھ رہا ہوں تو فکر کرنے کا حق بھی میرا بنتا ہے۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر دوبدو بولا۔

"حیا! چلی چلو نا کیوں بحث کر رہی ہو؟"

اس کے بگڑتے موڈ پر عمیرہ نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"بحث میں کر رہی ہوں یا یہ کر رہے ہیں۔ انہیں خوا مخواہ عادت ہے دوسرے پر دھونس جمانے کی، اپنی منوانے کی، مگر میں کسی کے رعب میں آنے والی نہیں ہوں۔" وہ کہہ کر وہاں سے اپنے کمرے میں چلی گئی اور زور سے دروازہ بند کیا۔ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"سوری گائز، میری وجہ سے وقت ضائع ہوا کہ چلو اب۔"

لمحے بھر کو سبط کے چہرے پر خجالت بھری سرخی چھائی تھی جس کو لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ ضبط کر کے اپنے شوخ و شنگ انداز میں لوٹ آیا۔ مگر پھر تمام وقت اس کی آنکھوں نے مسکراتے لبوں کا ساتھ نہ دیا تھا۔

□□...☆...□□

"رات کو تم نے بہت غلط کیا سبط کے ساتھ۔"

دوسرے دن وہ لاؤنج میں بیٹھی میگزین دیکھ رہی تھی تب ہی عارفہ نے اس سے نرمی سے کہا۔ اس نے چونک کر عارفہ کی طرف دیکھا۔

"رات کو ہی کیا حیا تو اس کی بے عزتی کرتے تھکتی نہیں ہے۔ سبط بھائی کے مذاق کو یہ انا کا مسئلہ بنا کر بیٹھ گئی ہے۔ حالانکہ مائنڈ تو ان کو کرنا چاہیے تھا۔ اتنے ڈیسنٹ اور گڈ لکنگ بندے کو یہ ڈرائیور سمجھ بیٹھی تھی۔"

عمیرہ نے اس کی طرف دیکھتے شاکی انداز میں کہا۔ کل رات وہ بھی اس کے طرز عمل سے پہلی بار بد مزا ہوئی تھی۔

"اچھا شوفر کیا ڈیسنٹ اور گڈ لکنگ نہیں ہو سکتے؟"

"شاید کم از کم میں نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔"

"اوکے۔" وہ میگزین دور اچھال کر کھڑی ہو کر غصے سے چیخنے لگی۔

"سزا دینی چاہیے مجھے، تو سزا دو تمہارے سبط بھائی کی جو میں نے شان میں گستاخیاں کی ہیں۔ مار ڈالو مجھے یہی سزا ہو سکتی ہے میرے جرم کی۔"

"حیا حیا پلیز! ایسا نہیں ہے بات سمجھو۔"

اسے جنونی انداز میں کمرے سے نکلتے دیکھ کر وہ دونوں پیچھے بھاگی تھیں مگر وہ تیزی سے کچن میں آ کر کاؤنٹر پر رکھی چھری اپنی کلائی پر چلا چکی تھی۔ دوسرے لمحے کچن کے فرش پر خون پھیلتا چلا گیا۔

□□...☆...□□

ڈنر کے دوران ہلکی پھلکی باتوں کا سلسلہ جاری تھا، جب ثمینہ گویا ہوئیں۔

"ایک ماہ تو ایسے ہی گزر گیا ہے۔ دو بھی گزر جائیں گے اور سبط کے جانے کا دن آ جائے گا اور میں چاہتی ہوں کہ آج جا کر زرینہ اور سراج سے بات کر آئیں۔"

"جس کے لیے بات کرنے جائیں گی، پہلے اس سے تو بات کر لیجیے کیا کہتے ہیں برخوردار؟" فیصل صاحب نے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا کہے گا؟ سہیل نے کوئی اعتراض کیا تھا جب میں نے اسما کو اس کے لیے پسند کیا تھا۔ پھر سوہنی میں کیا کمی ہے۔ نہایت سمجھدار، سگھڑ، خوب صورت لڑکی ہے۔" وہ بہو بیٹے پر فاخرانہ نظر ڈالتی ہوئی گویا ہوئیں۔

"بیگم! اس میں کوئی شک نہیں۔ اسما بیٹی نے بہو بیٹی کا سکھ دیا ہے اور سوہنی بھی بہترین لڑکی ہے مگر... اب ہمیں سبط کی پسند و مرضی کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ زندگی تو اسی کو گزارنی ہے۔" فیصل صاحب ثمینہ کی پیشانی پر پڑنے والی شکنوں کو دیکھتے ہوئے سنبھل کر کہہ رہے تھے۔ سبط کے چہرے پر بھی سنجیدگی در آئی تھی۔ جب کہ بھائی، بھابی دھڑکتے دل سے ثمینہ کو دیکھ رہے تھے۔

"یہ کیا آپ عورتوں کی طرح ہیر پھیر سے بات کر رہے ہیں۔ سیدھی بات کریں کیا کھچڑی پکائی ہے باپ اور بیٹے نے مل کر؟" انہوں نے گھور کر سبط اور فیصل صاحب کو دیکھا۔ کھانے سے وہ فارغ ہو چکے تھے۔

"ممی! ظفری سوہنی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"اور تم؟" وہ اس کی بات کاٹ کر پھنکاریں۔

"میں... حیا سے...!" وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولا۔

"حیا سے؟" وہ ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھی تھیں گویا چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ جسم میں سرایت کر گیا ہو۔ انہیں دیکھ کر وہ بھی اٹھ گئے۔

digestpk.blogspot.com

"تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ وہ لڑکی میری بہو بنے گی؟"

"ثمینہ! کیوں اتنی ہائپر ہو رہی ہو؟ حیا کوئی غیر لڑکی نہیں ہے تمہارے بھائی کی بیٹی تمہارا خون ہے پھر...... تمہارا یہ رویہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

"آپ نہیں جانتے وہ لڑکی ہے میرے بھائی کی بیٹی مگر اتنی بدتمیز وخودسر کہ میری بہو بننے کے قطعی قابل نہیں ہے۔ غیر عورت نے اس کی پرورش کی ہے ہمارے قابل نہیں چھوڑا ہے اسے۔" ان کے لہجے میں اکتاہٹ و بےزاری تھی۔

سبط انہیں بحث کرتا ہوا چھوڑ کر وہاں سے نکل گیا۔ عمیرہ کی ایمرجنسی کال تھی

□□......☆......□□

ماہین شکر کر رہی تھیں کہ گھر میں اس دن ماں جی نہیں تھیں اور نہ ہی ان کی جٹھانی کی فیملی۔ ورنہ ان کے لیے حیا کی اس حرکت کو پوشیدہ رکھنا دشوار تھا اور نتیجتاً سب کی دل خراش باتیں و تجربے سننے کو ملتے وہ الگ تکلیف کا باعث بنتے حیا کو کلائی پر چھری چلاتے دیکھ کر عمیرہ نے سبط کو کال کی تھی۔ کیونکہ ظفری، رازی سب ہی اپنے ماموں کے ہاں شادی میں لاہور گئے تھے۔ ہارون صاحب بھی کاروبار کے سلسلے میں دو دن کے لیے کراچی سے باہر تھے۔ عمیرہ کے ذہن میں پہلا نام سبط کا ہی آیا تھا۔ وہ کال سنتے ہی آ گیا تھا اور اپنے ساتھ ڈاکٹر کو بھی لایا تھا جس نے بےہوش حیا کو دیکھا اور کلائی پر ٹانکوں کے بعد ڈریسنگ کر کے چلا گیا۔

ماہین روئے جا رہی تھیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مسئلہ بنتی جا رہی تھی۔

"آنٹی پلیز خود کو سنبھالیں اگر آپ ہمت ہار جائیں گی تو معاملات مزید خراب ہوں گے وقت گزرنے کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنائیت سے گویا ہوا۔

"نہیں، یہاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات بگڑ گئے ہیں۔ حیا سمجھوتا کرنے کو تیار نہیں ہے۔ وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ غفران بھائی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ غفران بھائی کی کالیں آتی ہیں میرے پاس وہ بھی اسے یاد کر رہے ہیں۔ بہت پیار کرتے ہیں اسے بیٹی سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں، لیکن ماں جی کہتی ہیں وہ وہاں نہیں جائے گی اور وہ غلط بھی نہیں کہتی۔ وہ ہماری بزرگ ہیں جو ہمارے حق میں بہتر سمجھتی ہیں وہ کہتی ہیں۔" ماہین دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھیں وہ ان کے پاس کافی دیر تک تسلیاں دیتا رہا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ گھبرائیں نہیں حیا کی اس حرکت کے بارے میں وہ گھر میں بھی نہ بتائے گا۔

عمیرہ نے اسے بتا دیا تھا کہ اس کی حمایت لینے پر اس نے جنون میں آ کر یہ حرکت کی ہے وہ کتنی دیر تک اس کے تکلیف زدہ چہرے کو دیکھ کر سوچتا رہا کہ وہ جو اس کے ذکر سے بھی چڑنے والی ہے۔ اس کی خاطر وہ ماں کے اصولوں سے ٹکرا رہا ہے؟ جو اس کی نہیں تو اس کی خاطر جدوجہد کا فائدہ۔ پھر دل سے آواز آئی تھی پیار نفع و نقصان سے مبرا ہوتا ہے۔ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں فقط محبت ہوتی ہے سود و زیاں دل کے سودوں میں نہیں چلتا ہے۔

ایک ہفتے بعد بڑے ماموں کی فیملی اور نانو لاہور سے آ گئیں تو وہ بھی چلا آیا۔ ہفتے بھر اس کے ممی سے بہت اختلافات چلتے رہے وہ کسی طرح اس کی پسند کو اپنانے کو تیار نہ تھیں اور وہ بھی کہہ چکا تھا کہ اس کی شادی کا خیال بھول جائیں اگر اس کی زندگی میں کوئی لڑکی آئے گی تو وہ صرف اور صرف حیا ہی ہوگی ورنہ وہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔ اس دوران عمیرہ اسے حیا اور اس کی طبیعت کے بارے میں بتاتی رہتی تھی۔

ان دنوں گھر میں خوب رونق ہو رہی تھی۔ ثوبان اور عروسہ بھی ہنی مون سے واپس آ گئے تھے ہارون و ماہین نے بیٹی داماد کے ساتھ تینوں بہنوں کی بھی دعوت کر دی تھی۔ اندر خوب شور شرابا تھا وہ ظفری، ثوبان، رازی وغیرہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا مگر اس کی نگاہیں اردگرد بیٹھی ہنستی مسکراتی لڑکیوں میں کسی کو تلاش کر رہی تھیں جو حسب توقع ان میں موجود نہ تھی۔ کچھ دیر بعد وہ وہاں سے گزرا تو ہارون نے پکار لیا تھا۔

"ماہین نے بتایا اس دن آپ کی وجہ سے حیا کی جان بچی تھی میں بھی یہاں نہیں تھا آپ اگر بروقت ڈاکٹر کو نہ لاتے تو......"

"کوئی بات نہیں ماموں جان! وہ میرا فرض تھا۔" اس کو اس نے کبھی اتنا نادم و ٹوٹا بکھرا نہ دیکھا تھا جتنا ان دنوں وہ اس کی وجہ سے رہنے لگے تھے۔

"سمجھ نہیں آتا کہ کس طرح وہ اس حقیقت کو مانے گی کہ وہ ہم میں سے ہے۔"

"ماموں جان! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ ان کو تسلی بھی ڈھنگ سے نہ دے پا رہا تھا۔

"سب بچیاں اندر ہنس بول رہی ہیں ایک دوسری کو اپنا سمجھتی ہیں تو نزدیک بھی ایک دوسری کے آ گئی ہیں۔ مگر وہ آج بھی سب سے اتنی ہی دور اتنی ہی اجنبی ہے جتنی پہلے روز تھی۔ مجھے اس کی فکر رہتی ہے بیٹا!"

وہ تو گویا سارے حوصلے و ہمت اس کے آگے ہار بیٹھے تھے۔

عمیرہ نے کھانا لگنے کی اطلاع دی تو ہارون اٹھ کھڑے ہوئے۔

"وہ تمہاری نک چڑھی و آدم بےزار بہن کہاں ہے؟" ہارون ہال کی طرف بڑھ گئے تو وہ دانستہ رک کر پیچھے آتی عمیرہ سے مخاطب ہوا۔

"ٹیرس پر ہے۔" حیا کے ذکر پر اس کی مسکراہٹ سنجیدگی میں بدل گئی تھی۔ "سب نے کہا وہ مہمانوں کے درمیان بیٹھے مگر وہ کہتی ہے اس کو اچھا نہیں لگتا۔ ثوبان بھائی اور عروسہ آپی سے مل کر وہ ٹیرس پر چلی گئی ہے۔ اب مہمانوں کے جانے کے بعد وہ وہاں سے آئے گی۔ جب اس نے خود کو زخمی کیا ہے تب سے ہم میں سے کوئی بھی اس سے بحث نہیں کرتا کہ وہ پھر کوئی انتہائی قدم نہ اٹھائے اور پاپا تو اتنے ڈسٹرب ہو گئے ہیں اس واقعے سے کہ ان کی صحت بھی متاثر ہوئی ہے۔ سوچوں میں گم پریشان رہنے لگے ہیں۔"

"میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں اس کو، ماموں جان بہت ٹینس ہیں۔"

"ارے...... آپ اس کے پاس جائیے گا بھی نہیں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"جانتا ہوں وہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔"

"آپ کو ہی کیا، وہ یہاں کسی کو پسند نہیں کرتی ہے اور آپ سے زیادہ اس لیے چڑنے لگی ہے کہ آپ نے مذاق کیا۔ شوخ بن گئے اس سے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی تھی۔ عارف نے پکارا تو وہ وہاں چلی گئی تھی۔ وہ ٹیرس پر چلا آیا خوش گوار ہوا کے جھونکے وہاں آ رہے تھے۔ وہ وہاں چیئر پر سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔ جوتوں کی آواز اور تیز پرفیوم کی مہک پر اس نے نگاہ اٹھائی۔

"السلام علیکم!" اس کو اپنی جانب دیکھتے پا کر وہ بولا۔ جواباً وہ انجان بن گئی۔

"کیسی ہو؟" وہ اس کے مقابل کرسی رکھ کر بیٹھتے

digestpk.blogspot.com

ہوئے بولا۔
"آپ..... آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ جائیں یہاں سے؟"
"کیوں جاؤں؟ یہ ٹیرس آپ کے نام الاٹ تو نہیں ہے پھر میں کیوں جاؤں؟"
"آپ جاتے ہیں یہاں سے یا...... سب کو بلاؤں شور مچا کر؟" اس کو ڈھٹائی سے وہیں براجمان دیکھ کر وہ تیز لہجے میں بولی۔
"شوق سے چیخو چلاؤ میں کہہ دوں گا تم یہاں ٹیرس سے چھلانگ لگا رہی تھیں میں نے روکا تو چلانے لگیں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔
"آپ کی بات پر سب یقین کریں گے؟" اس کا انداز استہزائیہ تھا۔
"کیوں نہیں، یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ؟" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔
"یقین کرنے کی وجہ؟" اس بار اس کے لہجے میں الجھن تھی۔
"شروع دن سے تم نے ایسی حرکتیں کی ہیں جس میں دانش مندی و ہوش مندی کا کوئی عمل دخل نہیں۔ جو لڑکی خود پر چھری چلا سکتی ہے اس سے ہر بے وقوفی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ میرے جھوٹ کو بھی سب سچ سمجھیں گے۔"
"مجھ سے بکواس کرنے کی ضرورت نہیں آپ کو۔" وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی۔ سبط نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے جھٹکے سے دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا تھا اس کی اس جسارت پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔
"اب یہ مت سمجھنا میں نے تمہیں تنگ کیا ہے۔"
"کیا بگاڑا ہے میں نے آپ کا؟ پریشان کرنے آجاتے ہیں؟" بگڑے تیور اور سنجیدگی لیے وہ اس وقت حیا پر حاوی ہو چکا تھا۔
"یہی پوچھنے آیا ہوں میں تم سے، ماموں اور ممانی نے تم سے محبت کی ہے اپنے سب بچوں سے زیادہ جس کے جواب میں تم ان کو پریشان کر رہی ہو؟"
"سب بچوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں...... تب ہی انہوں نے دنیا میں آتے ہی مجھے خود سے دور کر دیا تھا۔" وہ اس شخص کے آگے رونا نہیں چاہتی تھی۔ مگر باوجود کوشش کے وہ آنکھوں میں اترتی نمی روک نہ سکی۔
"جب دور کر ہی دیا تھا تو قریب لانے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے یہاں کسی کی محبت و پیار کی ضرورت نہیں ہے میں بابا کے پاس جانا چاہتی ہوں۔" آنسو موتیوں کی مانند اس کے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔ سبط دم بخود سا رہ گیا خود سر، بدتمیز کسی کو خاطر میں نہ لانے والی لڑکی کا یہ ایک انوکھا روپ تھا جس میں وہ تنہا، اداس و متفکر نظر آ رہی تھی۔ اگر وہ انہیں دکھ دے رہی تھی تو خود بھی سسکتی رہی تھی۔ اپنوں سے دوری اسے بھی مضطرب کیے ہوئے تھی۔ اس کا یہ اضطراب اس کے محبت بھرے دل کو بے چین کرنے لگا۔
"لو...... آنسو صاف کر لو۔" اس نے مہکتا ہوا رومال اس کی طرف بڑھایا۔ "اپنا رویہ تبدیل کرو، سب کے ساتھ گھل مل جاؤ۔ جب اپنی منوانی ہو تو کسی کی ماننا بھی پڑتی ہے۔ اس دنیا میں کچھ لو اور کچھ دو کا اصول چلتا ہے۔" اس نے سبط کے رومال کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ سبط نے رومال واپس جیب میں رکھتے ہوئے رسانیت سے سمجھایا۔
"مجھے یہاں نہیں رہنا ہے بس۔" وہ اس کے قریب سے نکلتی چلی گئی اور وہ اس کے سنہری بالوں کو دیکھتا رہ گیا۔

□□......☆......□□

digestpk.blogspot.com

ثمینہ کسی طرح حیا کو بہو بنانے کو راضی نہ تھیں سبط کے انکار اور بھرپور کوششوں کے بعد ظفری کا پرپوزل سوہنی کے لیے منظور کیا گیا۔ ظفری ایک کامیاب بزنس مین اور بہترین عادات و اطوار کا خوش شکل نوجوان تھا۔ زرینہ نے بخوشی اس رشتے کو قائم کیا پھر وہ بیٹی کی طبیعت سے بھی ناواقف تھیں کہ وہ اس کو پسند کرتی تھی۔ ظفری کی محبت کا بھی انہیں ادراک تھا مگر وہ اس امر سے واقف تھیں کہ ثمینہ سوہنی کو سبط کے حوالے سے عزیز رکھتی ہیں اور ثمینہ نے ماں اور بہنوں سے کب کوئی بات چھپائی تھی۔ اب بھی وہ افسردہ و تمکین ان کے درمیان بیٹھی تھی۔ اگر زرینہ یا تہمینہ چاہتی تو بہن کا غم غلط کر سکتی تھیں۔ سمجھا سکتی تھیں کہ بہن اور بھائی کی اولادوں میں کیا فرق ہوسکتا ہے سوہنی نہ سہی، حیا بہو بن سکتی ہے وہ بھائی کی اولاد ہے مگر وہ ان میں سے تھیں جو آپس میں ہی بٹی چھوڑ چکی تھیں۔ بھابیوں کی بیٹیاں اپنی بہوئیں بنائی تھیں تو کسی خلوص کے تحت نہیں بلکہ اس غرض و لالچ کے ساتھ کہ اس بہانے بھائی و بھاوج کو تابع رکھا جائے۔ میکے میں ان کی آؤ بھگت اور عزت و حکمرانی میں کوئی فرق نہ آئے پھر بیٹے ان کے اتنے اختیار میں تھے کہ بھتیجیاں، بہوئیں بن کر بھی ان کی مٹھی میں رہتی تھیں۔ اب یہاں جو حیا سے وہ کترا رہی تھیں تو ایک تو وہ آزاد و بے فکر ماحول میں پرورش پانے کے باعث نڈر و صاف گو تھی اور نہ کسی کے دباؤ میں آنے والی تھی۔ ادھر سبط خاندان کے تمام لڑکوں سے مختلف تھا۔ دل فریب، جاذب نظر و وجیہہ ہونے کے علاوہ حق گو، بہادر اور اپنی منوانے والی ہٹ دھرمی بھی تھی۔ ویسے تو وہ ہنس مکھ، شوخ و شریر تھا مگر حیا کو اپنانے کی ضد پر اڑ گیا تھا اور یہیں سے اس نے ثابت کر دیا تھا جس کو پانے کے لیے وہ باغی بن گیا تھا۔ تو اس کو پا کر وہ بغاوت کرتا چلا گیا تھا۔ وہ جو حکمرانی کرنے کی عادی تھیں کوئی اور ان پر حکمرانی کرے یہ سوچ بھی ان کو بے چین و بے سکون کر رہی تھی۔

"گھنی میسنی نے نامعلوم کیسا جادو کیا ہے سبط پر وہ کسی اور کی طرف دیکھنے کو تیار ہی نہیں ہے۔ حسین سے حسین لڑکی دکھائی ہے مگر وہ صرف ایک کا ہی شیدا ہے۔ فیصل کہتے ہیں کہ اس کی بات مان لوں۔ نبیل اور اسما کی بھی یہی مرضی ہے۔ مگر میں کیسے مان لوں؟ جس لڑکی نے میرے گھر آنے سے قبل ہی میرے فرمانبردار بیٹے کو مجھ سے بدظن کر دیا ہے گھر آ کر وہ بالکل ہی جدا کروا دے گی۔"

یہی وہم، یہی خوف وہ ان کے آگے دہراتی رہتی تھیں۔

"آپی جا کر سیدھے سیدھے بھائی کو کہو اپنی حور پری کو سنبھالیں کسی طرح وہ آپ کا چین و سکون لوٹے ہوئے ہے۔ سبط کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔"

"اصل مسئلہ تو یہی ہے بھائی، تو کیا اس فتنہ لڑکی کو بھی سبط کے جذبوں کی خبر نہیں ہے وہ اکیلا ہی اس کے عشق میں پروانہ بنا ہوا ہے۔"

"ہائیں، یہ کیا بات ہوئی بھلا؟" زرینہ کی بات پر تہمینہ حیران ہوئیں۔

"یہاں ماں جی نگرانی رکھے ہوئے ہیں پھر میں اور تہمینہ نے بھی یہی دیکھا کہ وہ تو سبط کی پرچھائیں سے بھی گریزاں ہے۔" ثمینہ اس انداز میں بات کر رہی تھیں گویا دنیا بھر کی کڑواہٹ منہ میں ہو۔

"ہاں بھئی آپی! سوچ سمجھ کر ہی کام کرنا یہاں تو صاف لگ رہا ہے یہ غلام بن کر رہ جائے گا اس لڑکی کا۔ اس کی تو کمائی بھی ڈالروں کی صورت میں ہے۔ فیصل بھائی اور نبیل کی کمائیاں تو اس کی تنخواہ کا ایک حصہ بھی نہیں۔"

"دولت و آسائشات کی اس کے پاس کوئی کمی نہیں ہے۔ یہی سوچا تھا بھائی عیش کرے گی۔ دل ٹھنڈا رہے گا لیکن سبط جو بھی ایک اشارے پر چلنے والا تھا وہ ایسی ضد کر کے بیٹھا ہے کہ جو ماننے کو دل تیار نہیں ہے اور کہتا ہے اس کی کس بات کی خبر ہارون یا اس کی فیملی کو ہوئی تو اسی دن یہاں سے چلا جائے گا ورنہ میں یہاں حشر مچا دیتی۔"

"ماں جی آپ ہارون بھائی سے کہہ کر حیا کو واپس غفران بھائی کے پاس کیوں نہیں چھڑوا دیتیں؟ وہ تو ویسے ہی جانے کے لیے مچلتی رہتی ہے۔ اس طرح معاملہ ہی حل ہو جائے گا۔"

تہمینہ ماں سے مخاطب ہوئیں جو بیڈ پر نیم دراز ان کی گفتگو سنتی خاموشی سے تسبیح پڑھتی رہی تھیں۔ زرینہ کی بات پر گویا ہوئیں۔

"ایسا ممکن نہیں ہے اگر ہوتا تو حیا کو یہاں لانے کی ضرورت نہ تھی۔"

"کیوں؟ کوئی تو وجہ ہوگی بیس سال رہی ہے وہ وہاں پر؟"

"مہرو نے مرنے سے قبل ہارون سے یہ خواہش کی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد حیا کو وہاں نہ چھوڑا جائے۔ حیا نے بھی سچے رشتوں کا سامنا نہیں کیا۔ یہ اس کی خواہش تھی کہ اس کے مرنے کے بعد وہ اپنوں میں رہے۔ سچے رشتوں کی اصلیت کو پہچانے اور اس کا اکیلا پن دور ہو۔" ماں جی نے مدبرانہ انداز میں بیٹیوں کو بتایا۔ ماہین کی کھانا لگنے کی اطلاع پر ختم ہوا۔

□□......☆......□□

سوہنی کی انگلی میں ظفری کے نام کی انگوٹھی سج چکی تھی۔ ظفری بے حد خوش تھا جس کو چاہا تھا اسے پانے کی امید بر آئی تھی اور اس کے مسرت سے جگمگاتے چہرے پر اس وقت اداسی چھا گئی جب اس نے سبط کے وجیہہ چہرے پر سنجیدہ اداسی دیکھی تھی۔ اس کی آنکھوں کے شوخ دیے بجھے ہوئے تھے۔

"میں امریکا جا رہا ہوں۔" وہ رنجیدہ سا اس کے بیڈ پر لیٹ گیا۔

"کیا....؟ ابھی تو تمہاری چھٹیاں باقی ہیں پھر اتنی جلدی کیوں؟"

"کچھ ماہ بعد بھی جانا ہے، ابھی بھی جانا ہے، جب جانا ہی ہے تو کیوں دیر کروں؟ ویسے بھی میرا یہاں دل نہیں لگ رہا ہے اب۔" اس کے انداز میں کچھ ایسی بے کلی و اضطراب تھا کہ ظفری تڑپ اٹھا تھا۔

"خدا کی قسم! تو صرف ایک بار اجازت دے دے میں تیری خاطر اس لڑکی کو اٹھا کر لے آؤں گا۔ ساری اکڑ، سارا غرور اس کا مٹی میں مل جائے گا۔ ایک بار وہ تیری گرفت میں آ گئی تو..... ایسی لڑکی کو اسی طرح سیدھا کیا جاتا ہے مجھے کسی کی پروا نہیں ہے، چچا، زاد و کسی کی بھی، اگر پروا ہے تو تیری..... تجھے میں اس طرح بکھرا، پریشان نہیں دیکھ سکتا یار!"

اس کے چہرے پر خطرناک عزائم تھے سبط اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"پاگل پن کی باتیں نہ کرو۔ اتنا غصہ اچھا نہیں ہے۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"میں تمہیں اس طرح گھٹ گھٹ کر جیتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لڑکی کی چاہت میں تم اپنا آپ بھول گئے ہو۔ تمہارے شوخیوں، شرارتوں و قہقہوں سے در و دیوار گونجا کرتے تھے آج یہ در و دیوار بھی اداسیوں کی زد میں آ گئے ہیں۔"

"وقت کبھی یکساں نہیں رہتا۔ میں بھی وقت کی لپیٹ میں آ گیا ہوں اور تم اس کا الزام حیا پر مت لگاؤ اسے میری محبت کا علم بھی نہیں ہے۔"

digestpk.blogspot.com

"تو بتاؤ نا میرے بھائی کب بتاؤ گے اسے؟"

"کبھی بھی نہیں۔" وہ خلاؤں میں گھورتا ہوا آہستگی سے گویا ہوا۔

"دماغ چل گیا ہے تمہارا، نہ تم اسے بتاؤ گے، نہ کسی اور کو بتانے دو گے؟ تو ان محترمہ کو کس طرح خبر ہوگی کیا فرشتے سرگوشیاں کریں گے؟"

"فرشتے نہیں جذبے اگر میری محبت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے تو میرے جذبے ہی مجھ تک از خود لے آئیں گے دل سے دل کو رسائی ممکن ہے۔" وہ کسی اور دنیا میں گم کہہ رہا تھا اس کے چہرے پر عجیب رنگ تھے۔

"یہ کتابوں کی باتیں ہیں، جہاں احساسات کی دنیا پر لفظوں کی حکمرانی ہوتی ہے۔ جذبے، جذبات وہاں کے باسی ہوتے ہیں ایک انہونی صرف وہاں ہی اچھی لگتی ہے۔ ہماری دنیا میں ایسا کچھ ممکن نہیں ہے یہاں جذبوں کو نہیں زبان کو اہمیت حاصل ہے۔ بازو و زبردستی کو جو شے آسانی سے نہ ملے اسے چھین کر حاصل کرنا پڑتا ہے۔ دھونس سے اپنانا پڑتا ہے۔" ظفری کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہا تھا اس کی محبت میں۔

"جو چھین کر حاصل کی جائے وہ محبت نہیں ہوتی ہوس ہوتی ہے ڈیئر!"

"جو محبت حاصل نہ ہو، وہ پھر ہوس بن جاتی ہے۔"

"محبت کبھی ہوس نہیں بن سکتی۔ محبت بقا ہے، جاوداں ہے، ہوس فنا ہے۔ لمحوں کے بعد مٹ جاتی ہے۔ محبت ہوس ہوتی تو لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، ہیر رانجھا، سسی پنوں کے ساتھ ہی صدیوں قبل فنا ہو چکی ہوتی۔ آج تک لوگ ان کی داستانوں کو دہرا رہے ہوتے میری جان۔"

"تم نے یار انجینئر بن کر قوم کو ایک اچھے رائٹر سے محروم کر دیا۔"

ظفری نے مسکرا کر ہار مانتے ہوئے کہا۔

"احساسات و جذبات صرف رائٹرز کی میراث نہیں ہوتے۔ یہ ہر ذی شعور میں سانسوں کی طرح موجود ہیں۔ بات ہے ان کو محسوس اور بیان کرنے کی۔"

"اس کا مطلب ہے تم اس کو بتاؤ گے نہیں کہ کتنی محبت کرتے ہو؟"

"ٹھیک سمجھے۔ اس نے مجھ سے نہیں کہا کہ مجھ سے محبت کرو میرے دل نے چاہا، آنکھوں نے پسند کیا، اب میرے جذبوں کی صداقت کی باری ہے کہ اگر یہ صادق ہوئے تو اس کی نفرت کو محبت میں بدل دینا مشکل ہے۔ مگر ناممکن نہیں۔"

□□ □□

"واہ بھئی! خوب صلہ دے رہے ہو میری محبت کا۔ ایک لڑکی کی خاطر ہم سب کو چھوڑ رہے ہو۔ اس دو دن کی محبت نے ہماری سالوں کی محبت پر مٹی ڈال دی، وہ اتنی عزیز ہوگئی اور ہم بالکل غیر بن گئے۔"

"ممی! کیوں آپ اس طرح کر رہی ہیں مجھے آپ آج بھی اتنی ہی عزیز اور پیاری ہیں جتنی پہلے تھیں۔ آپ میری ماں ہیں، میری جنت ہیں۔ آپ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ آپ میری روح کا حصہ ہیں۔"

اس نے غصے سے منہ پھلائے ماں کو بڑی عقیدت و پیار سے بازوؤں کے گھیرے میں لیا۔ وہ جب بھی لاڈ کے موڈ میں ہوتا اس طرح ان سے لپٹتا۔

"اگر اتنی ہی محبت ہے مجھ سے تو حیا کا خیال دل سے نکال کیوں نہیں دیتے۔ سوچنا شاید تمہارے

نصیب میں نہ تھی مگر یاد رکھو شادی تمہیں اسی سے کرنی ہوگی جو میری پسند کی ہوئی لڑکی ہوگی۔" ان کے انداز میں ضدی پن تھا۔

"نہ آپ کی پسند اور نہ میری خواہش میں شادی نہیں کروں گا ممی!" وہ شائستگی سے مگر ہٹ دھرم انداز میں کہہ اٹھا۔

"تم اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہو، شادی ہوگی تو صرف اس کلموہی سے، ورنہ کسی سے نہیں جب تم نے میرے خواب مٹی میں ملا دیے تو میں کیوں تمہاری مانوں گی.....!"

"کیا ہو گیا ہے بیگم ہر وقت تم گھر میں چیختی چلاتی رہتی ہو۔"

فیصل صاحب وہاں آ کر بولے۔ ثمینہ غصے سے پیچ رہی تھیں۔ سبط گردن جھکائے کھڑا تھا۔

"جا رہا ہے آپ کا لاڈلا واپس اس لڑکی کی وجہ سے۔"

"اچھا..... سبط یار کیا حیا کو بھی ساتھ لے جا رہے ہو؟"

"یک نہ شد دو شد! یہ آپ کی شہ کا ہی نتیجہ ہے جو یہ اس لڑکی کے سحر میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اسے سمجھانے کے بجائے الٹی پٹی پڑھا رہے ہیں۔"

باپ کی بات نے اس کے چہرے پر خوب صورت رنگ بکھیر دیا تھا۔ جب کہ ثمینہ مارے غصے کے بری طرح تپ کر گویا ہوئی تھیں۔

"تم بچوں کی طرح ضد کر رہی ہو ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ بیٹے کی پسند پر مجھے فخر ہے۔ حیا کو ہماری ہی بہو بننا چاہیے۔" وہ خوش دلی سے گویا ہوئے۔

"لڑکی کی صرف خوب صورتی نہیں دیکھی جاتی۔ عادت، مزاج، سگھڑ پن بھی دیکھا جاتا ہے۔ وہ جتنی حسین ہے اتنی ہی بدتمیز، بداخلاق و پھوہڑ ہے۔"

"جب وہ آپ کے سائے میں آئے گی تو ساری خوبیاں اس میں آ جائیں گی۔"

"ہرگز نہیں۔ اس کو سیدھے کرنے والے ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"

ماں باپ کو بحث میں الجھا چھوڑ کر وہ کار لے کر نکل گیا۔ کیا شے تھی یہ محبت بھی۔ اس کے دن و رات بدل کر رکھ دیے جس نے اس کی شوخی و شرارت، کھلنڈرا پن سب از ان چھو کر دیا۔ وہ محفلوں کی جان، ہنگاموں کا دلدادہ جواب نہ خود پرسکون رہتا نہ کسی اور کو بیٹھنے دیتا۔ اس روگ محبت میں کچھ اس طرح شدت سے مبتلا ہوا کہ اپنی بدلتی کیفیت پر خود بھی حیران رہ گیا۔ پھر سچے چاہنے والے کی طرح اس نے بھی چاہا کہ شریفانہ طریقے سے والدین کے ذریعے پرپوزل بھیج کر اسے حاصل کیا جائے کہ بلاوجہ جذبے عیاں کرنا، محبت کو آلودہ کرنا ہے اس طرح چاہت میں تازگی نہیں رہتی۔ محبت تو اس پھول کی مانند ہے جس کی مہک قبل از وقت میسر آ جائے تو پھر پھول اپنی دلکشی و لطافت کھو بیٹھتا ہے۔ پاپا نے اس کی چاہت کو سراہا اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ بھائی بھابی بھی اس کے ساتھ تھے مگر ماں کے آگے وہ بات کھا گیا تھا۔ وہ ماننے کو تیار نہ تھیں اور عجیب بات یہ بھی کہ ممی کی خفگی و بیزاری جتنی بڑھ رہی تھی حیا اپنی حسین آنکھیں اور اداس چہرہ لیے اس کی رگ و پے میں بستی جا رہی تھی۔ کسی آسیب کی مانند وہ اس کی سوچوں سے چمٹ گئی تھی۔ وہ اس کے معاملے میں بے اختیار سا ہوتا جا رہا تھا کہ گھر سے کہیں جانے کے لیے نکلتا تو کار کو بارہا ماموں کے گیٹ پر روکنے کے بعد اسے خیال آتا کہ وہ تو کہیں اور جا رہا تھا۔ یہاں کیسے آ گیا۔

وہاں جا کر بھی اس کی متلاشی نظریں اسی کو

digestpk.blogspot.com

ڈھونڈتی تھیں جو کبھی نظر آتی کبھی نہیں۔ اپنے مخصوص بے پروا و بے نیاز انداز میں اس کے ساتھ اس کا وہی سرد مہر رویہ تھا۔ اگر وہ اس کی محبت میں بدل نہ گیا ہوتا تو اس کے اس کٹھور پن پر مڑ کر بھی نہ دیکھتا۔ مگر کیا کیجیے اس جذبہ عشق نے اسے کچھ کچھ خود غرض بنا ڈالا تھا۔ جو وہ اس کی نفرت و بے اعتنائی کو نہیں اپنی محبت و الفت کو مدنظر رکھتا تھا اور اس کے دل کا راز اور نظروں کی چوری عمیرہ سے مخفی نہ رہ سکی تھی۔ وہ اس وعدے پر اس کی ہمراز بن گئی تھی کہ کسی کو بھی کچھ نہیں بتائے گی۔ حیا کو بھی نہیں پھر ممی سے ضرور اختلاف کی دیوار اتنی بلند ہوئی کہ فیصلہ کرلیا واپس جانے کا۔ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے اور من پسند ساتھی بھی۔ اگر وہ نہ ملے تو پھر ازدواجی زندگی کی مسرتیں بے معنی ہیں۔ حیا اس کی زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی تھی۔ اس کی جگہ کوئی دوسری لڑکی لے ہی نہیں سکتی تھی۔

وہ بے مقصد سڑکوں پر کار دوڑاتا پھر رہا تھا دل کو عجیب سی بے چینی تھی۔ ماں کی محبت سے دستبرداری کسی طور ممکن نہ تھی تو حیا کے بغیر زندگی محال تھی۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھا۔ جب اچانک اسے کار روکنی پڑی۔

□□.....☆.....□□

”تمہیں معلوم ہے سبط واپس جارہے ہیں۔“ وہ یک دم کھیلتے کھیلتے اس سے مخاطب ہوئی جو اسٹرائیکر پکڑے شاٹ مارنے والی تھی۔

”اوہ...... اچھی خبر ہے کب جارہا ہے وہ؟“ اس نے شاٹ کھیلتے ہوئے خوشی سے کہا

”تم کتنی بدتمیزی سے بات کررہی ہو اس کے متعلق۔“

”جو جس لیول کا ہوتا ہے میں اس سے اسی طرح بات کرتی ہوں اور میرے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ گھٹیا آدمی ہے۔“

”حیا پلیز کیوں ہر وقت ان کے خلاف بولتی ہو وہ تمہیں کتنا......!“

”تم کیوں ہر وقت حمایت لیتی ہو ان کی...... میرا مشورہ ہے رازی کو اس کی منگنی کی انگوٹھی واپس کروا دو سبط سے......!“

”بکواس نہ کرو حیا وہ میرے بھائی ہیں۔“ وہ اس کی بات قطع کرکے چیخی۔

”دیکھا ہے میں نے تمہارے علاوہ وہ اس کی دوسری بہنوں کو بھی جو عروسہ آپی کی شادی میں کس طرح اس سے چپک رہی تھیں۔“ وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

”ہزاروں لڑکیاں مرتی ہیں ان پر مگر وہ کسی کو لفٹ نہیں کراتے ان کا دل آیا بھی ہے تو کس پتھر پر جس سے ٹکرا کر سر تو لہولہان کیا جاسکتا ہے مگر دل نہیں لگایا جاسکتا ہے۔“

”جاکر اس پتھر کو سناؤ مجھے کیا سنا رہی ہو؟ میری یہاں کوئی حیثیت نہیں ہے۔“ اس نے غصے سے تمام گوٹیں اچھال دیں اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”رشتوں کا احترام کرنا سیکھو، ورنہ سب سے پیچھے رہ جاؤ گی۔ ابھی تم نے کتنی غلط بات کی ہے سبط بھائی کے حوالے سے رشتوں کی اپنی اہمیت و احترام ہوتا ہے جس طرح مما اور پاپا کی ہماری زندگی میں اہمیت ہے اسی طرح تمام رشتوں کی ہوتی ہے، اس طرح رازی کی جگہ سبط بھائی نہیں لے سکتے اور سبط بھائی رازی کی کہ رازی سے دل کا تعلق ہے اور سبط بھائی سے احترام و عزت کا۔“

”مجھے رشتوں کے جال میں مت پھنساؤ۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔“

ان کی تیز آوازیں سن کر ماہین بھی وہاں آگئی تھیں۔ عمیرہ کی زبانی ساری بات سن کر وہ بھی نرمی و پیار سے اسے سمجھانے لگی تھیں اور ماہین کو اپنے بجائے اس کے حق میں بولتے دیکھ کر اس کا دل اس بری طرح اچاٹ ہوا کہ اس نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کرلیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ وہ بھی اس گھر کے مکینوں کے دلوں میں جگہ نہ بنا سکے گی۔ وہ یہاں رہے یا چلی جائے کوئی کسی کو فرق پڑنے والا نہ تھا۔ وہ محض ضد میں اسے پاپا سے دور رکھے ہوئے ہیں اور اب وہ انہیں جاکر وہاں دکھائے گی۔ ان کی باتوں پر اس نے کسی بڑے ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ چپ چاپ اپنے کمرے میں آکر ضرورت کا سامان پیک کرنے لگی۔ اس کے پاس کریڈٹ کارڈ تھا۔ ادھر ماہین، عارفہ و عروسہ خوش تھیں کہ اس نے ان کی باتیں خاموشی سے سن لی تھیں۔ پچھلے کی طرح کوئی ہنگامہ کھڑا نہ کیا تھا۔

”شکر ہے خدایا حیا اس گھر کو اپنا سمجھنے لگی ہے آگے جاکر وہ ہم میں گھل مل جائے گی۔ جانے کی رٹ بھول جائے گی۔“

ماہین کو کیا معلوم تھا کہ یہ خاموشی کسی طوفان کی آمد کا پیش خیمہ تھی۔

بنگلے کی تمام غیر ضروری لائٹس آف ہوچکی تھیں۔ سب لوگ بھی کمروں میں جاچکے تھے وہ بہت خاموشی سے چھوٹا سا ہینڈ بیگ تھامے باہر دبے قدموں سے چلتی ہوئی آئی۔ پارکنگ لاٹ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ گیٹ میں خودکار لاک تھا جو اندر سے باآسانی کھولا جاسکتا تھا۔ باہر سے نہیں۔ وہ گیٹ کھول کر باہر نکلی اور آہستگی سے بند کرکے آگے بڑھتی چلی گئی۔

آج وہ بہت خوش تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ صدیوں بعد اس نے کھلی فضا دیکھی ہو۔ آزادی کی بڑی نعمت ہے۔ کس قدر جاں فزا احساس ہے کہ وہ رات کے اس اندھیرے میں جہاں اسٹریٹ لائٹس کی روشنیاں ناکافی تھیں۔ وہ چل رہی تھی مسرور و شاداں۔

اس کا خیال تھا کہ مین روڈ سے اسے کوئی ٹیکسی مل جائے گی جس سے وہ سیدھی ائرپورٹ جائے گی اور صبح یہاں والوں کو ناشتے میں سب سے پہلی خبر یہی دے گی کہ وہ اپنے پاپا کے پاس پہنچ چکی ہے وہ یہ سوچ کر مسکرا رہی تھی۔ کہ ایک کار سڑک سے گزری پھر ریورس ہوکر اس کے قریب آرکی تھی۔ اس نے دیکھا تو سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی تھی۔ سبط نے گہری نگاہ اس کے بدحواس چہرے اور پھر ہاتھ میں پکڑے بیگ پر ڈالی اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

”یعنی یہ میری نظر کا دھوکا نہیں، حقیقتاً تم ہی ہو۔“ اس نے دایاں ہاتھ اس کے چہرے پر پھیرتے ہوئے اس لہجے میں کہا کہ وہ جو پہلے ہی خوف کا شکار تھی کچھ کہہ ہی نہ سکی پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

”کہاں کے ارادے ہیں؟“ اس نے اس کے ہاتھ سے بیگ لینا چاہا تو ایک دم ہی گویا اس کے اندر کمزور پڑنے والی حیا اپنے ہٹ دھرم روپ میں بیدار ہوگئی۔

”آپ مجھے نہیں روک سکتے۔ میں ائرپورٹ جارہی ہوں شارجہ جانے کے لیے۔“

”بنا اجازت، بغیر اطلاع، یعنی گھر سے بھاگ کر جارہی ہو؟“

”بکواس بند کرو، میری......!“ سبط نے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر لگایا۔

digestpk.blogspot.com

اس کی بات پوری نہ ہوسکی تھی۔ بیگ اٹھا کر پچھلی سیٹ پر پھینکا اور بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اسے اگلی سیٹ پر دھکیلا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اس کا چہرہ اس وقت غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں گویا خون اترا ہوا تھا۔ ہر دم ہنستے مسکراتے سبط کا یہ جنونی اور وحشی روپ اسے سہما گیا تھا۔ اس دن وہ اس کے آنسو دیکھ کر نرم پڑ گیا تھا۔ اب تھپڑ مار کر اسے ملال تک نہ تھا۔ وہ جو کبھی پیار سے نہ سمجھی تھی۔ مارے ڈر گئی تھی۔

"بے وقوف ہو تم! یہ میں جانتا تھا۔ مگر اس حد تک خود سر ہو یہ معلوم نہ تھا۔ یہ شاید نانو کی دعاؤں کا حصار ہے یا ماموں ممانی کی نیکیوں کا انعام کہ تم اس وقت غلط لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہی ہو ورنہ تم جیسی خود سر و مغرور لڑکیوں کا وہ حشر کیا جاتا ہے کہ ان کی روح بھی جسموں میں نظریں چراتی پھرتی ہے۔ تم نے جرأت کیسے کی گھر سے قدم باہر نکالنے کی؟"

اس کے رخسار پر سبط کی انگلیوں کے نشان ابھر آئے تھے جن میں شدید ترین جلن ہو رہی تھی۔ وہ رخسار پر ہاتھ رکھے بے آواز رو رہی تھی۔ اس کی تمام اکڑ، ساری خودسری صرف ایک تھپڑ میں ہوا ہوگئی تھی۔ وہ سارے راستے اسے باتیں سناتا آیا تھا۔ اس کا غصہ وحشت کم ہی نہ ہو کر دے رہی تھی۔

ظفری کو کال کی تھی وہ گیٹ وا کیے کھڑا تھا۔ حیران و پریشان سا۔ کار سے نکل کر اس نے اسے وحشی انداز میں گھسیٹا اور کمرے میں لا کر بیڈ پر دھکیل دیا۔ اس کا غصہ و جنون کم ہونے کے بجائے بڑھ رہا تھا۔

"اب اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو انجام کی خود ذمے دار ہو گی۔" وہ غصے سے کہتا ہوا دروازہ لاک کر کے چلا گیا۔ وہ خاصی دیر تک گم صم کی حالت میں بیٹھی سوچتی رہی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ کیا وہ سچ مچ اس شخص سے ڈر گئی ہے جس سے اسے چڑ تھی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی جب اس نے باہر سے کسی کے بولنے کی آوازیں سنیں کھڑکی کا ذرا سا پردہ ہٹا کر دیکھا تو دم بخود رہ گئی۔ بابر انکل کھڑے تھے ان کے قریب ہی چہرے پر ڈھیروں سنجیدگی لیے سبط تھا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے وہ ان کو اس کا کارنامہ بتا چکا ہے۔ انکل کا چہرہ دھواں دھواں تھا معاً ان آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ انہوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بھیک مانگنے والے انداز میں کہا۔

"تم نے میری عزت بچائی ہے بہت بڑا احسان کیا ہے مجھ پر......"

"ماموں جان...... ماموں جان یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" سبط نے فوراً تیزی سے ان کے جڑے ہوئے ہاتھ علیحدہ کیے۔ وہ روتے ہوئے اس سے لپٹ کر کہنے لگے۔

"ایک احسان اور کردو مجھ پر...... حیا سے شادی کرلو۔"

وہ جوان کو روتے ہوئے دیکھ کر اپنے رویے کی معافی مانگنے جا رہی تھی ان کی التجا پر ٹھٹک گئی۔ کیا کہہ رہے تھے وہ؟

"وہ نا سمجھ ہے، کم عمر ہے تم اسے اپنا لو گے تو میں سکون سے مر سکوں گا۔" اتنی ارزاں تھی وہ......؟ اتنی بے وقعت و بے توقیر کہ وہ اس کے جیتے جاگتے وجود کو کسی ناکارہ عیب دار شے کی طرح اسے سونپ رہے تھے۔ وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ ٹوٹی بے جان شاخ کی مانند اس نے ان کی بھیک ان کی التجا قبول کی یا نہیں وہ جان ہی نہ سکی۔ چکراتے سر کو پکڑے وہیں ڈھیر ہوگئی تھی۔ اس نے رات کی تاریکی میں گھر سے

قدم نکالا تھا بلاشبہ اس کا مقصد وہ نہ تھا جو عموماً اس طرح گھر چھوڑ کر جانے والی لڑکیوں کا ہوتا ہے لیکن یہ بات اس لیے چند لوگوں کے علاوہ سب سے پوشیدہ رکھی گئی کہ بے خبری میں اٹھایا گیا اس کا یہ قدم ساری زندگی کے لیے طعنے و تضحیک کا باعث بن جاتا کہ حقیقت سے نابلد لوگ اپنی اپنی ذہنی استطاعت کے باعث جھوٹ سچ کا رنگ دیتے ہیں۔ ہارون، سبط، ظفری، ماما جی، احسان، فیصل صاحب کے علاوہ، بہنیں واقف تھیں۔ ان سب کی متفقہ رائے یہی تھی کہ جلد از جلد شادی کر کے اسے سبط کے سنگ امریکا ہی روانہ کر دیا جائے۔ اتنی بڑی حرکت نے ان سب کا اعتماد اس پر سے بالکل ہی ختم کر دیا تھا۔ ماں جی جو ہمیشہ بیٹیوں کی طرف داری کرتی آئی تھیں ان کی جا بے جا ناز اٹھاتی آئی تھیں۔ اس بار وہ درخت بن گئی تھیں جس کی چھاؤں سب کے لیے یکساں ہوتی ہے۔ دوسرے دن تینوں بیٹیاں ان کے پاس موجود تھیں۔ ثمینہ جو پہلے ہی ذہنی دباؤ کا شکار تھیں ماں کے منہ سے اس رشتے کی حمایت سن کر سکتے کی کیفیت میں رہ گئی تھیں۔

"ماں جی! آپ کہہ رہی ہیں کہ حیا کو اپنی بہو بنانا ہوگا؟ جانتی ہیں نا، وہ لڑکی آپی کو بالکل پسند نہیں ہے۔" تہمینہ نے قدرے خفگی سے کہا۔

"کیا خرابی ہے اس میں......؟ حسین، کم گو، اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی ہے۔"

"کتنی زبان دراز و بد مزاج ہے وہ، چھوٹے بڑے کا ادب لحاظ نہیں ہے اسے۔"

"جب تم میری بہن کی بہو بن کر گئی تھیں تو یہ ساری خامیاں تم میں بھی تھیں۔ اللہ بخشے میری بہن کو جو کبھی حرف شکایت زبان پر لائی ہو۔" ماں جی تیوری چڑھا کر ثمینہ سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"میں نے کبھی موقع دیا ہوتا تو شکایت کرتیں خالہ جان، مرتے دم تک ساس سسر کی ایسی خدمت کی تھی کہ دعائیں دیتے نہ تھکتے تھے خالہ، خالو......"

"تمہارا کیا خیال ہے حیا تمہارے ساتھ برا سلوک کرے گی؟ وہ تمہارا خون ہے اور برا نہ مانو تو صاف بات یہ ہے کہ وہ عادت و مزاج میں ہو بہو تمہاری کاپی ہے۔"

"ماں جی! آپ کچھ بھی کہہ لیں۔ میں اس لڑکی کو بہو بنانے والی نہیں ہوں۔" ثمینہ بھی انا پرستی و ہٹ دھرمی کا پکا ثبوت دے رہی تھی۔

"نہ معلوم کیسی بہنیں ہو تم؟ جنہیں بھائی کی پریشانی و دکھ کا احساس نہیں ہے۔ ارے جب سے وہ لڑکی یہاں آئی ہے میرا بچہ سکون کی نیند سونا بھول چکا ہے۔ وہ لڑکی نت نئی حرکتیں کرتی رہتی ہے اگر کبھی اس کی جان پر بھی بن گئی تو یاد رکھنا اس کا خون تم تینوں کی گردنوں پر ہوگا۔" وہ پان کی گلوری منہ میں رکھتے ہوئے حتمی انداز میں گویا ہوئی تھیں اور ماں کی صاف گوئی پر تینوں ایک دوسری کو دیکھ کر رہ گئیں۔

"ماں جی! ہم نے ایسا کیا کیا ہے جو آپ ہمیں قاتل بنا رہی ہیں؟"

"کسی کے خلاف کان تو بہت بھرنا جانتی ہو مگر بہن کو سمجھا نہیں سکتیں کہ اس رشتے میں بھائی اور ماں کے علاوہ سبط کی بھی خواہش شامل ہے۔ بہنیں تو بھائیوں کی محبت میں اپنی اولادیں بھی قربان کرنے کے لیے پیش کر دیتی ہیں۔ بھائیوں کو غمگین دیکھ کر اپنا سکھ چین بھول جاتی ہیں اور ایک یہ ہیں۔" ماں کی کھری کھری باتیں ان کو آئینہ دکھانے لگی تھیں۔ "اول دن سے ہی بچی کے پیچھے پڑ گئے ہم سب ہی، ذرا پیار و برداشت سے کام نہ لیا کہ وہ پہلے ہی صدموں کی گرفت میں ہے پھر اس پر نئے لوگ اجنبی

digestpk.blogspot.com

ماحول..... وقت تو لگتا ہے نا اس ماحول اور لوگوں کو سمجھنے میں اسے۔"

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے ہم نے خوامخواہ اس کے خلاف محاذ بنا لیا ذرا نرمی و پیار سے کام نہ لیا پھر مہرو کے چالیسویں کے بعد ہی فوراً ہی شادی کی تقریبات شروع کردیں۔ اس کا غم تازہ تھا آنسو اس کی آنکھوں سے خشک بھی نہ ہوئے تھے اور ہم میلہ لگائے ہنس رہے تھے، گا رہے تھے وہ کس طرح ہم کو اپنا سمجھتی؟ اپنے تو دکھ میں سب سے زیادہ ساتھ دیتے ہیں۔" تہمینہ کو بھی احساس ہونے لگا۔ شادی کے دوران حیا کی آنکھیں انہوں نے نم ہی دیکھی تھیں۔

"آپی مان جاؤ۔ سوہنی اور حیا میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ آپ کا رویہ اس سے بہترین رہا تو وہ سوہنی سے بڑھ کر آپ کی خدمت و عزت کرے گی۔" نورینہ نے بھی ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے سمجھایا۔

"کیا آپ یہ برداشت کرلو گی کہ سبط جائے تو امریکا سے بھی پلٹ کر نہ آئے۔"

"ٹھیک ہے میں ماں جی کی بات کس طرح رد کر سکتی ہوں۔ پھر وہ اسے میرے پاس چھوڑ کر تھوڑی جائے گا ساتھ لے کر جائے گا۔"

☐☐ ☆ ☐☐

"سچ بتانا میرے یار! کس انداز میں دعا مانگی تھی کہ وہ آج تمہاری سیج پر موجود ہے؟ لوگ چاند کو پانے کی تمنا کرتے ہیں اور حسرت زدہ مر جاتے ہیں۔ مگر تمہارا گھر اس چاند کی چاندنی میں جگمگا رہا ہے۔"

ڈھیروں رسموں سے فارغ ہونے کے بعد حیا کو اسما اور دوسری کزنز کمرے میں چھوڑ کر گئی تھیں۔ سبط کو ظفری نے پکڑ لیا تھا۔ خوشی سے اس کا چہرہ کھل رہا تھا۔ اس کے عزیز از جان دوست کو رب نے معجزاتی طور پر اس کی محبت بخش دی تھی اس کی مسکراتی نگاہیں اور لب اس کے لیے طمانیت کا باعث تھے۔

"میں خود ابھی خواہشوں کے گھوڑے پر سوار خوابوں کے جنگل میں بھٹک رہا ہوں۔ ڈر لگ رہا ہے آنکھ کھلے گی تو خود کو اسی سپنوں کی دنیا میں پاؤں گی۔" اس کے وجیہہ چہرے پر مسرت و انبساط کے ساتھ بے یقینی و بے اعتباری بھی تھی۔ اسے یقین نہ تھا ابھی تک کہ جس کی تمنا کی تھی وہ اس کی دسترس میں تھی۔ اسے دیکھا، چاہا اور پا لیا کیا یہ اتنا ہی سہل تھا۔ نہیں یہ اتنا آسان کہاں تھا کانٹوں پر چل کر اسے پایا تھا اس نے۔

"میری دعائیں ہے تمہاری خوشیوں کے چاند کو بھی گہن نہ لگے۔ گزرتا ہر پل تمہیں ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر کرتا چلا جائے اور تم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہو۔"

فرط جذبات سے وہ اس سے لپٹ گیا تھا۔ نکاح کے بعد رخصتی تک وہ اس سے اسی طرح بار بار لپٹتا رہا تھا مبارک باد دیتا رہا تھا۔

اس کے جانے کے بعد وہ مسکراتا ہوا اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ لبوں پر مسرور کن مسکراہٹ تھی۔ دل کی دھڑکنوں میں خوشگواریت تھی۔ مسرت خون بن کر گویا رگ رگ میں دوڑنے لگی تھی۔ وہ نک چڑھی و مغرور لڑکی آج پوری طرح اس کی دسترس میں تھی۔ اگر وہ منتقم المزاج و کینہ پرور ہوتا تو اس کی ایک ایک بدتمیزی و زیادتی کا بدلہ سود سمیت وصول کرتا مگر وہ معاف و درگزر کرنے والا بندہ تھا۔ پیار، محبت خلوص و وفا جس کی سرشت تھی وہ سوچ چکا تھا بہت محبت و خلوص سے وہ اسے اپنی محبت کے رنگ میں رنگ دے گا۔ ان ہی خوش نما خیالوں میں اپنی مہکتی

digestpk.blogspot.com

خوابگاہ میں داخل ہوا تھا۔ اس کے بیڈ کے چاروں طرف گلاب کی لڑیاں مہک رہی تھیں اور بیڈ خالی تھا۔ اس کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ حیرانی سے اس نے نظریں گھمائیں تو وہ بائیں جانب اطمینان سے صوفے پر بیٹھی تھی۔ کاٹن کے سادہ لباس میں سپاٹ چہرہ لیے۔ عروسی لباس تھا نہ زیورات۔ صرف حنا لگے ہاتھوں میں کانچ کی چوڑیاں تھیں اور خوب صورت میک اپ نے سادگی میں بھی حسن کو دو آتشہ کررکھا تھا۔

"آداب عرض ہے۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے شوخی سے گویا ہوا مگر وہ اس طرح چہرہ جھکائے بیٹھی رہی تھی۔ شاکنگ پنک دوپٹہ اس کے سر پر تھا۔

"ابھی بھی ناراض ہو؟ سب نے آپ کے اس دل کش روپ کی دید کی۔ پہلا حق میرا تھا اور مجھے ہی محروم کردیا۔ بھلا اس جرم کی سزا کیا ہے؟" وہ جھکا ہوا کہہ رہا تھا اس کی نگاہوں میں وارفتگی تھی دیوانگی بھری محبت کی تپش تھی۔

"تمہارا دل بھر رہا ہوگا، اتنے بھاری بھرکم لباس اور جیولری میں کوئی بات نہیں۔ تم اس روپ میں بھی میرے دل پر قیامت ڈھا رہی ہو۔ ہر روپ تمہارا مجھے پسند ہے۔" جذباتی انداز میں کہتے ہوئے اس کا حنا سے سجا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے بغیر کسی مزاحمت کے اسے ہاتھ پکڑنے دیا اور قریب بیٹھنے پر بھی کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم ٹھیک تو ہو؟ تم تو بالکل خاموش ہو کچھ کہہ ہی نہیں رہیں۔ ورنہ میں خوف زدہ تھا تم مجھ سے ناراض ہوں گی خفگی کا اظہار کرو گی۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر بہت تعجب سے کہہ رہا تھا۔

"ناراضگی، خفگی یہ حقوق ان کو حاصل ہوتے ہیں جو محبت و پسندیدگی کا اعزاز پاکر کسی کی زندگی میں داخل ہوتی ہیں۔ خیرات و بھیک کی طرح ملنے والی مجھ جیسی لڑکی کو یہ اعزاز و حق یا عزت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ خواہ تو آپ نے لاکھوں روپیہ خرچ کرڈالا میرے باپ تو پہلے ہی ہاتھ جوڑ کر کسی فالتو و ناکارہ بوجھ کی طرح مجھے آپ کو سونپ چکا تھا۔" اس کی دھیمی و بے جان سی آواز کسی کنویں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے مزاج کا سارا طمطراق و خود سری غائب تھی۔ آواز میں ایک سوز تھا۔ چہرہ و نگاہیں جھکی ہوئی تھی۔

"ارے یہ کیا کہہ رہی ہو یار! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ماموں جان ایسا بھلا کیوں کریں گے؟ تم میری محبت ہو، میری خواہش پر یہاں میرے پاس ہو۔" اس کے انکشاف نے اس کے چھکے اڑا دیے تھے وہ بے ربط سا گویا ہوا۔

"مجھے جھوٹ کے جال میں جکڑنے کی سعی مت کیجیے۔ اس رات میں سب سن چکی تھی۔ سب دیکھ چکی تھی انکل کے جڑے ہاتھ، التجائیہ لہجہ اور بے بسی و ندامت سے بہتے آنسو۔ حیا اتنی ارزاں تھی اس قدر حقیر کہ کسی کو بھی ہاتھ جوڑ کر سونپ دی جائے؟ جیسے کسی آسیب سے جان چھڑالی جائے۔"

آنسو چپ چاپ اس کے رخساروں پر بہہ نکلے ہر لفظ آہ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے غلط سوچوں کو دل میں جگہ مت دو۔ ابھی ہماری نئی زندگی شروع ہوئی ہے۔ اس کا آغاز میں ہنستے، مسکراتے، خوشیوں سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"زندگی؟ حیا تو اسی رات مرگئی تھی۔ جب اس کی نسوانیت، عزت نفس، انا و وقار کا قتل اس کے باپ نے یہ کہہ کر کردیا تھا کہ ان کی بیٹی سے شادی کرلو۔ شاید ہی کسی باپ نے ایسی بھیک کسی سے مانگی ہو؟"

"بھی بہت ہوگیا انکل نے جو کہا وہ تو تم نے سن لیا و دیکھ لیا مگر جو میں نے کہا وہ کیوں نہیں سنا۔" وہ تیز لہجے میں بولا۔

"پھر سننے اور دیکھنے کو رہ کیا گیا تھا؟"

"مجھے بھی وہ لوگ پسند نہیں رہے جو محبت کا اظہار، چاہت کا اقرار لفظوں سے کرتے ہیں۔ آئی لو یو۔ یا لوی؟ آئی لو یو! ہاں مجھے یہ لفظ بھی متاثر نہیں کرتے۔ الٹا میں ان لفظوں سے وحشت میں مبتلا ہوجاتا ہوں۔ میرے نزدیک محبت خوشبوؤں کی طرح احساسات کو مہکا دینے والی نادیدہ شے ہے۔ جو نظر نہیں آتی۔ مگر کوئی اس کی موجودگی سے انکار نہیں کرسکتا۔ محبت بارش کے پانی کے ان قطروں کی طرح ہے جو دھرتی کی کوکھ میں جذب ہوکر اسے سرسبز و شاداب کرتی ہے۔ محبت کسی جنگل میں بہنے والی خاموش ندی کی طرح ہے چاندنی، ہوا، بادل، پھول، خوشبو، بارش ان سب میں محبت مجسم ہوتی ہے۔"

وہ جس پر دل و جان نچھاور کرنے کو بے تاب تھا وہ اس سے کس قدر بدگمان تھی۔ اس حسین رات کے حوالے سے کوئی رعنائی و دلربائی کی ادا اس میں نہ تھی کہ اس احساس کمتری میں مبتلا تھی کہ وہ اس کی خواہش کے برخلاف اس پر مسلط کی گئی تھی۔ ماموں کی پریشانی کے سبب وہ اس سے شادی کرنے پر راضی ہوا ہے۔ اپنی ذات کی نفی، اپنے وجود کی ناقدری کون برداشت کرسکتا ہے۔ پھر سبط سے تو اس کی دشمنی سی ہوگئی تھی اور اس غلط فہمی کو دشمنی کو دوستی میں بدلنے کے لیے اس سے اپنی محبت کی صداقت سنوارنے کے لیے سبط نے اس کو لاکر وہ تمام تصاویر نکال کر دکھائیں جو اس کی بے خبری میں عروسہ کی شادی کی تقریبات میں کھینچی تھیں۔ وہ ڈائری دکھائی جس میں اس سے ہونے والی تمام ملاقاتوں کا احوال درج تھا۔ جذبے موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ احساسات چاہتوں کی خوشبوؤں سے لبریز تھے۔ وہ محبت کو نہ ماننے والا پہلی نگاہ کی محبت کا شکار ہوا تھا۔

"نامعلوم یہ سب دیکھ کر بھی تم یقین کرپائی ہو یا نہیں۔ مگر میں کہہ رہا ہوں محبت کہنے والا نہیں محسوس کرنے والا جذبہ ہے۔"

اس نے میز پر بکھری تصویروں اور ڈائری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گمبھیر لہجے میں بولا۔ "تم اگر میری زندگی میں نہیں آتیں تو میں کبھی شادی نہیں کرتا۔ تمہارے خیال میں ہی تمام ہوجانی تھی۔"

اس کے بھاری لہجے میں سچی محبت کا خمار تھا۔ آنکھوں میں چاہتوں کے چراغ روشن تھے۔ وہ سراپا وفا و محبت تھا۔ اس کی سانسوں میں خلوص کی مہک تھی۔ اگر اس کے ساتھ وہ سب نہ ہوا ہوتا تو وہ اپنے نصیب پر ناز کرتی اور اس کے سینے سے لگ جاتی کہ ایسا دیوانوں کی طرح چاہنے والا پروانوں کی طرح نثار ہونے والا ہم سفر من چاہی دعا کی مانند قسمت سے ہی ملتا ہے۔ لیکن وہ بے اعتباری کا شکار تھی اسے آزمانے کا فیصلہ کرچکی تھی تب ہی اس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹا کر بولی۔

"اچھا! اتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے اس کا ثبوت دیں گے؟"

"ہاہا...... یہاں بھی شک و شبہ؟ اوکے، مانگو کیا مانگتی ہو؟" اس کے بے یقین انداز پر وہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر گویا ہوا۔

"میں...... میں بابا کے پاس جانا چاہتی ہوں...... اور تب تک......!"

"بس اتنی سی فرمائش؟ کرنی ہی تھی تو کوئی بڑی

digestpk.blogspot.com

فرمائش تو کرتیں۔"

"کیا آپ مجھے بابا کے پاس بھیج سکتے ہیں؟ ریکلی آپ مذاق تو نہیں کر رہے نا؟" اداس و بے جان سے چہرے پر پل بھر میں زندگی جگمگانے لگی تھی وہ یقین و بے یقینی کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"بھیجوں گا نہیں بلکہ اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

"آپ...... آپ سچ کہہ رہے ہیں نا؟" ایک عرصے بعد اس کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ آئی تھی۔ اس کے چہرے پر آنکھوں میں کہکشاں چمک اٹھی تھی۔

"بے شک تمہاری خوشی کے لیے میں جان بھی دے سکتا ہوں۔" اس نے اسے قریب کرتے ہوئے سرگوشی کی تھی اور وہ اس کی گرفت سے تیزی سے نکل گئی۔ سبط کے چہرے پر اس بار گہری ناگواری جھلکی تھی۔

"کیا ہے یہ؟" اس نے استحقاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے اعتبار نہیں ہے آپ پر...... شارجہ سے واپسی تک میں آپ کی کوئی بات نہیں مانوں گی۔" فوراً ہی دل میں خیال آیا وہ اپنی من مانی کرنے کے لیے اسے جھوٹ کا بہلاوا دے رہا ہو سو اس نے مشروط فیصلہ کیا۔

"میرے حوصلوں کو آزمانا چاہتی ہو یا ضبط کو؟"

"صرف اور صرف "محبت" کو......!" وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"ہاہا بہت استاد ہو بندے کی دکھتی رگ پر ہاتھ نہیں پاؤں رکھ کر کھڑی ہوئی۔ دیکھتے ہیں ابھی عشق کے امتحان اور کون کون سے باقی ہیں۔ فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔ ہمیں ابھی ائرپورٹ چلنا ہے وہاں ایک گھنٹے بعد شارجہ کے لیے فلائٹ اڑ جائے گی۔" وہ واش روم کی طرف جاتے ہوئے بولا اور اسے اپنی سماعتوں پر دھوکے کا گمان ہوا تھا وہ حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔ کئی ماہ سے وہ جانے کے لیے ترس رہی تھی۔ اس شخص نے پہلے اقدام پر اسے حیران کر دیا تھا۔ اس نے پیکنگ پہلے سے ہی کر رکھی تھی۔ فیصل انکل نے انہیں خاموشی سے رخصت کیا تھا۔ ظفری گیٹ سے باہر کار لیے کھڑا تھا وہ خواب کی سی کیفیت میں کار میں بیٹھی تھی۔ ظفری کے سلام کا جواب اس نے دیا تھا اس نے کچھ اور بھی کہا تھا مگر وہ پوری طرح حواسوں میں کہاں تھی۔

"اسٹوپڈ! کچھ دنوں بعد بھی جا سکتے تھے۔ بھابی کو لے کر کس نجومی نے کہا تھا اس خوب صورت رات کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کر دو۔"

"یہ میرا معاملہ ہے خود سے، عیاں نہ کروں گا۔ غفران انکل سے مل کر اس کو دلی خوشی ہوگی۔ ایک عرصہ ان کے لیے ترپتی رہی ہے۔" وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا اس سے دھیمے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"اگر بھائی جان نے وہاں سے آنے سے انکار کر دیا تو پھر کیا کرو گے؟"

"مجھے یقین ہے میری محبت کی کشش اسے کھینچ لائے گی۔"

"محبت...... محبت...... محبت عجیب ہے تمہاری محبت، جو تم پھولوں کی بھری سیج کو چھوڑ کر عازم سفر ہو اور صبح پھوپو جان کو معلوم ہوگا تو وہ جو ہنگامہ کریں گی اس کو سوچ کر ابھی سے مجھے ٹینشن ہو رہی ہے۔ ویسے کیا ہوگا، ایک ہفتے بعد کوئی ولیمہ ہوتا ہے۔ ایسا کرنا اپنے پہلے بچے کی جب برتھ ڈے کرو گے تو ساتھ ہی ولیمہ بھی کر لینا۔"

ظفری نے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ

ہنس پڑا تھا۔

□□......☆......□□

جس طرح بھی طے ہوا یہ فاصلہ اچھا لگا
پہلے وہ اچھا لگا پھر آئینہ اچھا لگا

غفران صاحب کے سینے سے لگ کر اس نے ڈھیروں آنسو بہا ڈالے تھے۔ وہ اس سے اور سبط سے محبت و گرم جوشی سے ملے تھے۔ سبط انہیں پسند آیا تھا۔ ناشتے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ صاف ستھرا کمرہ بیڈ پر بچھی بے شکن چادر اور تکیے مما کے ہاتھ کے ہی رکھے ہوئے تھے گھر میں قدم رکھتے ہی مما کی یاد شدت اختیار کر گئی تھی۔ نا معلوم کتنی دیر تک وہ سوتی رہی تھی۔ اپنے گھر، اپنے بستر پر وہ بڑی میٹھی و پرسکون نیند سوتی رہی۔ جب کروٹ بدلی تو چوڑیوں بھرا ہاتھ کسی سخت چیز سے ٹکرایا تھا۔ پھر اس ہاتھ پر کچھ ہلکا وزن آیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا نائٹ سوٹ میں ملبوس اس کے قریب سبط لیٹا تھا۔ اس کا ہاتھ اس کے سینے پر تھا جس پر اس نے اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"آپ...... آپ یہاں؟" وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"اتنا ڈر کیوں رہی ہو کیا بھول گئیں بارہ گھنٹے قبل ہماری شادی ہوئی ہے۔ تم یہاں آ کر سو گئیں۔ سارا دن انکل کے ساتھ گزرا ہے میرا، لنچ و ڈنر پر وہ تم کو بلانے بھی آئے مگر تم تو لگتا ہے صدیوں کے بعد سوئی ہو۔ سارا دن ساری رات سونے کے باوجود تمہارا بے دار ہونے کا ارادہ نہیں ہے۔"

"آپ کو میرے بیڈ روم کا کس نے بتایا؟"

"انکل نے۔ تم اتنی نروس کیوں ہو رہی ہو؟" وہ حیران ہوا حیا جواب دیے بنا کمرے سے نکل گئی تھی۔ ناشتے کے بعد سبط نے جانے کی اجازت مانگی تھی۔ غفران صاحب اتنی جلدی اس کے جانے کے حق میں نہ تھے مگر سبط کو پاکستان جا کر امریکا جانے کی بھی تیاریاں کرنی تھیں کہ وہ حیا کو ساتھ لے کر جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ انہوں نے خرابی طبیعت کے باعث ان کی شادی میں شرکت نہ کی تھی جس کی معذرت کی تھی اور سبط کو سلامی کے طور پر بھاری رقم کا چیک و مہنگی ترین رسٹ واچ دی تھی۔ رسٹ واچ اس نے لے لی تھی۔ مگر چیک حیا کو پکڑا دیا تھا۔ جانے سے پہلے وہ حیا کے پاس آیا تھا۔

"کب لینے آؤں؟" وہ اس کے پرسکون چہرے کو دیکھ کر گویا ہوا۔

"پتا نہیں؟" وہ مسکراتے ہوئے بے پروائی سے کہنے لگی۔

"تم نے وعدہ کیا تھا میں تمہیں یہاں لے کر آؤں گا تو تم میری ہر بات مانو گی۔"

"ہوں، کہا تو تھا مگر...... وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے۔" وہ اس طرح ہنسی تھی کہ قوس قزح کے رنگ اس کے چہرے پر جھلملانے لگے تھے۔

"آپ نے ظفری سے کہا تھا آپ کی محبت کی کشش مجھ کو کھینچ لے جائے گی۔ تو انتظار کیجیے میرا واپسی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

اس نے اس انداز میں اسے چڑایا وہ طیش میں آ گیا۔

"میری محبت کو میری بزدلی مت سمجھو، ورنہ چاہوں تو ابھی تمہارا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے لے جا سکتا ہوں۔ تمہارا باپ بھی میرا راستہ نہ روک سکے گا۔ میں زور زبردستی پسند نہیں کرتا۔ حیوانیت و حاکمیت جتانے والوں کو میں مرد نہیں سمجھتا۔"

وہ بڑے محبت بھرے انداز میں اس سے پوچھنے آیا تھا اور اس نے بڑی بے مروتی سے اسے ناراض کر

digestpk.blogspot.com

کے بھیج دیا تھا۔

یہ تو وہ فیصلہ کرلی تھی اس نے کہ کسی طرح ایک دفعہ یہاں آگئی تو واپس نہیں جائے گی۔ سبط چاچو کا تھا اس کو تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ یہاں آنا چاہتی تھی اور آگئی تھی۔ مگر دل کو عجیب بے کلی و بے سکونی سی ہوگئی تھی۔ دو تین دن تو وہ سکون سے رہی تھی مما کی یادیں، ان کی باتیں اسے وہاں کو بھی محسوس ہوتی تھیں مگر پھر اُداسی و تنہائی اسے وہاں ہر شے سے لپٹی نظر آئی۔ مما کی غیر موجودی میں گھر بدل کر رہ گیا تھا۔ اس کے پالتو پرندے مر گئے تھے۔ پودے اُجڑ گئے تھے گھر میں ایک حبشی ملازمہ تھی۔ سیاہ رنگت و موٹی موٹی آنکھوں و ہونٹوں والی ملازمہ کام کے دوران اسے عجیب انداز میں گھورتی تھی اور اس کے فارغ ہوکر جانے تک وہ خوف میں مبتلا رہتی تھی۔

پاپا مما کے سامنے بھی بہت مصروف رہتے تھے اور ان کے جانے کے بعد تو وہ راتوں کو بھی گھر دیر سے آتے تھے۔ ان سے ملاقات صرف ناشتے پر ہی ہوتی تھی۔ وہ اس تنہائی میں اب ان سب لوگوں کو یاد کرنے لگی تھی۔ ماہین آنٹی، ہارون انکل، عروسہ، عارفہ، عجیرہ، دادو اور بہت سے لوگ جن کو اس نے کبھی اپنا نہ سمجھا، جنہوں نے اس کی خاطر اس کی ہر بدتمیزی، زیادتی ہنس کر مسکرا کر برداشت کی۔ عجیب فطرت ہے انسان کی بھی۔ شکر و قناعت شاید اس کی سرشت میں ہی نہیں ہے۔ کل جن لوگوں سے نفرت کی، جن سے چھٹکارا چاہا اب ان کے لیے ہی رو رہی تھی۔ مہرو کی خوشبو اس گھر سے جا چکی تھی۔ اس کو پپا پر حیرانی ہوتی تھی جو مما کا ذکر ہی نہیں کرتے تھے۔ اتنا عرصہ تو انہیں دنیا سے گئے ہوئے نہ ہوا تھا کہ وہ ان کے ذہن سے محو ہوکر رہ جاتیں اس نے محسوس کیا کہ وہ مما سے محبت ہی نہیں کرتے تھے، جو اس طرح انہیں فراموش کر بیٹھے ہیں۔ محبت کے نام پر اس کی نگاہوں میں ایک پیکر مجسم گزر گیا۔ وہ شخص جو سب کا لاڈلا تھا۔ سب کی محبتوں کا محور جو خود کتنے دلوں کی دھڑکن تھا۔ ہزاروں لڑکیوں میں جس نے اسے پسند کیا۔ چاہا اور ایسا ٹوٹ کر چاہا کہ اسے بھی بالآخر محبت کا مفہوم سمجھا دیا کہ حقیقتاً محبت روحوں کا ملن ہوتا ہے وجود کا نہیں۔ اس میں صرف دینا ہوتا ہے، لینا نہیں۔ اس کی ہر زیادتی، بدتمیزی، خودسری کے جواب میں سبط نے صرف دیا ہی تھا۔ عزت، احترام، درگزر، معافی، اپنی آرزوؤں کو کچل کر اس کی خواہشوں کو مانا تھا۔

"کیا میں ان کے بغیر جی سکوں گی؟ اتنی محبت، عزت، چاہت کوئی اور دے سکے گا؟" جواباً اس کی گردن از خود ہی نفی میں ہل گئی تھی۔

"پاپا میں کراچی جانا چاہتی ہوں آپ میری سیٹ بک کروا دیں۔ میں سبط کو کال کردوں گی وہ ائر پورٹ سے ریسیو کرلیں گے۔"

"گڈ! آپ نے خود فیصلہ کرلیا ورنہ میں ابھی یہی کہنے والا تھا کہ لڑکیاں شادی کے بعد سسرال میں خوش رہتی ہیں۔ میں سیٹ بک کروا دیتا ہوں۔ آپ یہاں سے شاپنگ کرلیں اور ایک بات اور آپ کو بتانی ہے۔" وہ ناشتے کی ٹیبل پر تھے جب وہ محتاط انداز میں بولے۔

"میں نے مہرو کی زندگی میں ہی دوسری شادی کرلی تھی مہرو سے اس لیے چھپایا کہ اس کی دل آزاری نہ ہو اور اب آپ سے بھی حریم کو اس لیے نہیں ملوایا کہ.....!"

دل میں چبھن سے کچھ ٹوٹا تھا یعنی مما کی خوشبو اس لیے یہاں سے غائب ہوئی تھی۔

"اچھا کیا پاپا آپ نے آپ کا بھی تو کوئی خیال رکھنے والا ہونا چاہیے۔ تنہائی انسان کو نیم پاگل کردیتی ہے۔" اس نے ایمانداری سے کہا تھا۔

"شکریہ میری بیٹی آپ نے مجھے خوش کردیا۔ ورنہ میں پریشان تھا۔ آپ کے ولیمے پر میں اور حریم آئیں گے پاکستان۔" وہ اس کی پیشانی چوم کر بولے تو وہ تمام خفگیوں سے شرما گئی۔

□□ ☆ □□

ائر پورٹ پر وہ اس کا منتظر تھا۔ وہ خوب صورت لباس اور خوشبو میں بسا وہاں سب میں نمایاں تھا کئی رشک آمیز نظریں اس پر مرکوز تھیں اور اس کی نظریں چیکنگ روم سے آتی حیا پر تھیں۔ ریڈ سوٹ پر بلیک موتیوں ستاروں کا کام تھا۔ میچنگ جیولری، لائٹ میک اپ اور کندھوں پر بکھرے بالوں میں وہ حسن کا شاہ کار لگ رہی تھی۔ سبط اسپیشل کارڈ ہونے کے باعث لاؤنج میں چلا گیا تھا۔ حیا کی نگاہ اس پر پڑی تو لمحے بھر کو وہ جھجک کر رک گئی مگر دوسرے لمحے وہ بھاگ کر اس کے سینے سے لگ گئی۔ سبط نے بہت نرمی سے اسے علیحدہ کیا۔

"کیا ہوا؟" حیا اس کی سنجیدہ صورت دیکھ کر گھبرا کر بولی۔

"کچھ نہیں ہوا۔ اگر تم نہ آتیں تو پھر کچھ ہوجاتا۔" وہ اس کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا ہوجاتا معلوم بھی تو ہو؟"

"میں پاگل ہوجاتا۔ قیس صحرا میں لیلیٰ لیلیٰ پکارا کرتا تھا۔ میں کراچی کی سڑکوں گلیوں میں حیا..... حیا پکارتا پھرتا۔"

"کیا واقعی آپ میرے لیے پاگل ہوجاتے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"بالکل صد فی صد اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے۔"

"اتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے؟" وہ ائر پورٹ سے باہر نکل آئے۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟" وہ سامان ڈگی میں رکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں، یہ پوچھنے کی بات بھی ہے اور کہنے کی بات بھی ہے۔"

"گویا میں تم سے کہوں میں تم سے محبت کرتا ہوں تم سے عشق ہے مجھے؟"

وہ کار میں آ بیٹھے تھے۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ ڈھلتی رات کے سرمئی اندھیرے نے ماحول کو گرفت میں لے رکھا تھا۔ ہلکی ہلکی شبنم گر رہی تھی۔

"ہاں..... کہیں نا..... یہ سننا اچھا لگتا ہے۔"

"اور کہنا؟" اس نے شوخی سے مسکراتے ہوئے چھیڑا۔

"اوہوں..... کہنے سے زیادہ سننا اچھا لگتا ہے۔" وہ حیا سے نگاہ جھکا کر بولی۔

"محبت سننے کے لیے نہیں محسوس کرنے کے لیے ہوتی ہے سویٹ ہارٹ۔" وہ سرشار لہجے میں کار اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔

"محبت کس طرح محسوس کی جاسکتی ہے جب تک لفظوں سے اظہار نہ ہو؟"

"یہ محبت ہی تو ہے جو تمہیں وہاں سے یہاں تک لائی اور یہ محبت ہی تو ہے جو تم چند گھنٹوں کی دلہن ہونے کے باوجود اپنے شوہر سے پھر محبت پر بحث کررہی ہو کیونکہ تم خود محبت ہو۔" اس کی بات پر وہ بری طرح جھینپ گئی تھی اور سبط نے زوردار قہقہہ لگایا۔

digestpk.blogspot.com